سیرت
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ
پروفیسر محمد طفیل چوہدری
ضیاء القرآن پبلی کیشنز

13

سیرت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

مصنّف

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	سیرت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ
مصنف	پروفیسر محمد طفیل چوہدری
تاریخ اشاعت	مئی 2008ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	SH13
قیمت	-/60روپے

ملنے کے پتے

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

"اور جنہوں نے اُن کی اچھے طریقے سے پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔" (توبہ:100)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

"خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔" (یونس:62)

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

"کئی پراگندہ بالوں والے جو دروازوں سے ہٹا دیئے جاتے ہیں اگر وہ اللہ پر قسم اٹھالیں تو وہ ضرور پوری فرماتا ہے۔" (بخاری شریف)

انتساب

پیارے بیٹے عبدالقدیر خاں اور محمد ارسلان خاں اور پیاری بیٹی سعدیہ کے نام جن کو دیکھ کر دل کو کہ سکون ملتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ خدا میرے بچوں کو صاحبِ ایمان، سعادت مند اور صاحب عظمت و عزت بنائے۔

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

نیک لوگوں کے تذکرے سعادت مندی کا باعث ہوتے ہیں۔ سرورِ عالمیان ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ جس نے کسی مؤمن کا تذکرہ لکھا گویا اس نے اسے زندہ کیا اور جس نے کسی کا تذکرہ پڑھا گویا اس کی زیارت کی اور جس نے تذکروں کو زندہ کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔

نیک اور پاکیزہ النفس خدا کے محبوب بندوں کے تذکرے انسان کے لئے قلبی سکون کا باعث ہوتے ہیں انسان کے غم دور ہوتے ہیں اور عقلِ انسانی کو جلا ملتی ہے۔ محبوبانِ خدا کی سیرت سے اچھے اخلاق اور بلند اعمال اخذ کئے جاتے ہیں۔ جب کسی قدسی روح اور نیک طبع انسان کے حالات بیان ہوتے ہیں تو لازماً نصیبوں کی گوناگونی پر تعجب ہوتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ رحمت کے دریچے کھول دیتی ہے۔

پس یہی وجہ ہے میں نے خدا کے محبوب بندگان کے حالاتِ زندگی رقم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمتِ خاص اور توفیق سے سید حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے خیر التابعین حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ کے تذکرے کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مقصد میں کامیاب فرمایا۔ خدا ان پاکیزہ و مطہر محبوبان کی طفیل میری بخشش فرمائے۔

پروفیسر محمد طفیل چودھری

باب 1

تاریخِ یمن وقرن

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا وطن مالوف یمن تھا اور یمن کے شہر قرن کے رہنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے احوال وواقعات کو احاطہ تحریر میں لانے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ کے وطن یمن اور جس بستی "قرن" کے آپ رہنے والے تھے، کی تاریخ بیان کردی جائے تاکہ اس خطہ کی تاریخی اور جغرافیائی اہمیت کے ہر پہلو سے قارئین کو آگہی ہو جائے چونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کے خصائل، عادات واطوار پر آب وہوا اور علاقائی حالات کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ کسی مخصوص خطے کے باشندگان کی تعمیر وترقی، کمال و زوال اور تہذیب وتمدن کی پیش رفت میں ان عوامل کا خاص اور اہم تعلق رہا ہے۔

یمن

یَمِیْنِ کَعْبَۃ یعنی جن شہروں اور بستیوں کا وقوع کا خانہ کعبہ کے دائیں جانب پڑتا ہے۔ قدیم زمانہ میں اس خطے کا نام یمن تھا۔ زمانہ قدیم سے یہ ملک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ جزیرہ نما عرب کے جنوب مغربی گوشہ پر واقع ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس ملک کا جغرافیہ بدلتا رہا۔ دورِ حاضر کا یمن ان خطوں پر مشتمل نہیں ہے جن پر دور رفتہ میں مشتمل تھا۔ تاہم اس وقت بھی اس کے مرکزی اور بڑے حصہ جات یمن میں شامل ہیں۔ جو چیز یا شخص یمن کی طرف منسوب ہو اسے یمنی یا یمانی کہتے ہیں اور یمان بھی۔ بعض لوگ یمانی کو "ی" کی تشدید کے ساتھ یَمَانِیٌّ اور یَمَانِیَّۃ بھی بیان کرتے ہیں۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے "تاریخ اسلام" صفحہ نمبر 49 پر لکھا ہے کہ یعرب بن قحطان کو یمن بھی کہتے تھے اس لیے اسی کے نام سے یہ ملک یمن کہلایا۔

قَرَن

(ق اور ر کے فتح کے ساتھ) ایک بستی کا نام ہے جو ملک یمن میں واقع ہے۔ اور

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اجداد میں سے ایک شخص قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد کے نام سے منسوب تھی۔

قرن

عرب میں ایک اور قرن بھی ہے جس کو قرن المنازِل کہا جاتا ہے لیکن یہ قرن ''ر'' کے جَزم کے ساتھ ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے بیس، تیس میل کے فاصلے پر بجانب مشرق، نجد جانے والے راستے پر واقع ہے۔ اہل نجد کی میقات یہی قرن ہے۔ علامہ جوہری نے اسی قرن کو ''ر'' کے زبر کے ساتھ لکھا ہے اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو اسی قرن سے منسوب کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ (بحوالہ مظاہر حق جدید)

یمن کے شمال میں عسیر، نجران اور حجاز مقدس کا علاقہ ہے۔ اور مشرق کی جانب حضر موت کی وادی ہے جبکہ مغرب کی جانب بحرہ قلزم اور جنوب کی جانب بحیرہ عرب واقع ہے۔ یمن کی سرزمین زمانہ قدیم سے ہی سرسبز و شاداب اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہی ہے۔ قبل از اسلام یہ خطہ اس وقت کی دو سپر پاورز کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ مشرق میں ایران کی عظیم سلطنت تھی اور مغرب میں سلطنت روم واقع تھی۔ ان دونوں سپر پاورز کے یمن پر گہرے اثرات تھے۔ قبل از اسلام اس خطہ میں تین آزاد ریاستیں تھیں یعنی معین سبا اور حمیر۔

سلطنت معین

سب سے قدیم مملکت معین کی تھی جس کا زمانہ حکومت سبا سے پہلے کا تھا۔ معین عراقی النسل عمالقہ سے تھے۔ سیاسی حالات کے پیش نظر یہ قبیلہ عِراق چھوڑنے پر مجبور ہوا اور پُرامن زندگی گذارنے اور اپنی تجارت و کاروبار کو فروغ دینے کے لیے یمن کے منطقہ جوف میں جا بسے اور وہاں سلطنتِ معین کی بنیاد ڈالی۔ سلطنت معین کے حکمراں جنگ و جدل سے نفور تھے۔ ان کی ساری دلچسپی تجارت کے فروغ پر مرکوز رہی۔ دور دراز علاقوں سے جو آثار ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تجارت کا دائرہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یونان کے قدیم مؤرخین کی تحریروں میں نہ سلطنتِ معین کا کہیں ذکر ملتا ہے اور نہ ہی ان کے بادشاہوں کے

ناموں کا تذکرہ ہے لیکن ماہرینِ آثار قدیمہ نے کھدائی کے بعد حاصل ہونے والے کھنڈرات اور وہاں پر موجود تحریروں سے سلطنتِ معین اور ان کے بادشاہوں کے ناموں کا انکشاف کیا ہے۔

ابتداء میں یہ سلطنت قتبان اور سبا کے شمال میں واقع تھی۔ حضر موت اس کے مشرق میں تھا۔ اس کے دارالحکومت کا نام ''القدن'' تھا بعد میں یہ سلطنتِ معین حضر موت اور بلخ تک پھیل گئی۔ آثارِ قدیمہ کا مشہور ماہر جوزف حلیفی (Josef Halavy) کہتا ہے کہ منطقہ جوف میں جو کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں جزیرہ عرب میں دریافت ہونے والے تمام کھنڈرات سے پرانے ہیں اور تاریخی لحاظ سے وہ کھنڈرات بہت اہم ہیں جو اب بھی معین اور مآرب کے نام سے مشہور ہیں۔ دریافت ہونے والے نقوش سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں ملوکیت کا نظام رائج تھا یعنی باپ کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوتا۔ کبھی کبھی دو بیٹے مل کر بھی حکومت کرتے تھے۔ معین کے بادشاہ اگرچہ تمام اختیارات کے مالک تھے تاہم ملکی امور طے کرنے میں وہ شاہی خاندان کے بزرگوں، رجالِ دین، قبائل کے سرداروں اور رؤسائے شہر سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ (ضیاء النبی جلد اول صفحہ 62-261)

آثارِ قدیمہ سے بعض ایسی چیزیں اور تحریریں برآمد ہوئی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ہر شہر کی الگ الگ حکومت تھی۔ مذہبی امور سے متعلق معاملات طے کرنے کے لیے ایک علیحدہ مذہبی مجلس ہوتی تھی۔ ہر شہر کی اپنی مجلس شوریٰ ہوا کرتی تھی جس کے ذمہ سلطنت کا انتظام اور دیگر حکومتی امور تھے۔ یہی مجلس لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ بھی کرتی تھی۔ ہر قبیلے کا مجلسِ مشاورت کا اپنا علیحدہ ہال ہوتا جہاں بیٹھ کر وہ ملکی معاملات پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ ان عمارات کو مزود کہا جاتا تھا۔ اس مزدد کی وہی حیثیت تھی جو اہل مکہ کے نزدیک دارالندوہ کی تھی۔

حکومت کے ذرائع آمدن ٹیکس تھے جو زمین کی پیداوار اور مالِ تجارت پر عائد تھے۔ عبادت گاہوں کے لیے الگ ٹیکس عائد تھے۔ ہر معبد کے ساتھ وسیع مزروعہ رقبہ مخصوص تھا۔

مخصوص خداؤں کی خدمت میں نذرانے پیش کرنے کا بھی رواج تھا جن کا باقاعدہ اندراج کیا جاتا تھا۔

ہر شہر میں ایک علیحدہ عبادت گاہ ہوتی تھی۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ عبادت گاہیں بھی تھیں۔ ہر عبادت گاہ کسی دیوتا (خدا) سے منسوب ہوتی تھی ان کا سب سے بڑا خدا عشتر یا عشتا تھا جو کہ ستارہ زہرہ کا مجسمہ تھا۔ اس کے علاوہ وڈ اور نکرح ان کے دو بڑے خدا تھے۔ معین کے لوگ اپنے خداؤں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔

معین کی حکومت کا دور بارہ سو قبل مسیح سے چھ سو پچاس تک ہے۔ ان لوگوں نے تجارت کے میدان میں ترقی کی۔ حکومت نے بھی تاجروں سے تعاون کیا۔ خلیج فارس سے لے کر بحر قلزم (احمر) کے ساحل کے ساتھ ساتھ بلادِ حجاز سے آگے حودان تک تجارتی کوٹھیوں کا سلسلہ قائم کیا۔ ان کی اہم تجارت جنوب مشرقی ایشیا سے درآمد شدہ پارچات گرم مصالحوں، بخور اور دیگر مصنوعات پر مشتمل تھی خصوصاً بخور جو کہ اہل مصر اپنے معبودوں کو خوش کرنے کے لیے ان گنت مندروں میں جلاتے تھے۔ الختصر سلطنت معین اپنے زمانے میں سیاسی اعتبار سے طاقتور اور معاشی لحاظ سے خوش حال تھی۔

مملکت سبا

جب سلطنت معین انحطاط سے گذر رہی تھی تو قتبان اور معین کے درمیان سبا کے علاقے میں ایک اور قوم نے انگڑائی لی۔ اگرچہ اس کے اقتدار کا آغاز ایک چھوٹی سی ریاست سے ہوا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ قوم بڑی سرعت سے ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے گردونواح کے وسیع وعریض علاقے پر چھا گئی۔ مملکت سبا کا دورِ حکومت نو سو پچاس سے لے کر ایک سو پچاس قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ نو سو پچاس سے چھ سو پچاس تک معین اور سبا کی مملکتیں ساتھ ساتھ رہیں۔ اس پہلے دور میں مملکت سبا کے سترہ حکمران ہوئے جن کو ''مکرب سبا'' کہا جاتا تھا۔ ان کا دارالحکومت ''صرواح'' تھا۔ آج کل یہ کھنڈرات کا ڈھیر ہے۔

دوسرے دور کا آغاز چھ سو پچاس قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے جب حکومتِ معین کا چراغ

گل ہو گیا۔ اس کا اختتام ایک سو پانچ قبل مسیح میں ہوا۔ اس دور کے حکمرانوں کو "ملک سبا" کہا جاتا تھا۔ ان کا دارالحکومت "مآرب" تھا جو "صرواح" کے مشرقی جانب ایک دن کی مسافت پر تھا۔ سبا اس علاقے کا نام تھا۔ جو لوگ اس علاقے میں رہتے تھے اسی کے نام سے موسوم تھے۔ مآرب کا شہر جسے نریابہ بھی کہتے ہیں صناء سے 55 میل کے فاصلے پر تھا۔ اب یہ شہر کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے۔

اہلِ یمن یعرب بن قحطان کی نسل سے ہیں۔ اس لئے قحطانی کہلاتے ہیں۔ یعرب کے بعد اس کا بیٹا یشجب حکومت کا وارث بنا اور اس کے بعد عبدالشمس حکمران بنا۔ یہی عبد شمس "سبا" کے لقب سے ملقب ہے۔ قبیلہ سبا کے افراد کی مادری زبان عربی نہ تھی۔ انہوں نے یہ زبان علاقے میں پہلے سے آباد لوگوں سے سیکھی جنہیں عربِ عاربہ اور عرب البائدہ کہا جاتا تھا۔ وہ لوگ شامتِ اعمال کے باعث صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ اسی لیے قوم سبا کو العرب متعربہ کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جنگ وجدل سے کوئی سروکار نہ تھا بلکہ کاروبار اور تجارت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ معاشی بالادستی اور کاروباری قابلیت کی وجہ سے دور افتادہ علاقوں پر تسلّط اور اثر ونفوذ قائم تھا۔ ان کی تجارتی سرگرمیاں سارا سال جاری رہتی تھیں۔ تجارتی بحری بیڑا بحرہ احمر کے مشرقی کنارے باب المندب سے مصر کے ساحل کے وسط تک وادی الحمامات تک چکر لگاتا تھا۔

ڈاکٹر فلپ ہٹی (Dr- philip hitti) تاریخِ عرب میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ علاقہ گنجان آباد تھا اور اس کی زمینیں دنیا کی زرخیز زمینوں میں سے تھیں جہاں باغات کی کثرت تھی۔ جہاں ایسے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے جن کی گوند سے مختلف خوشبودار بخور تیار ہوتے تھے۔ جیسے لوبان کرخہ اور مرو غیرہ۔ خوشبودار گوند پیدا کرنے والے ان درختوں کی حفاظت کے لیے قدرت نے یہاں ایسے سانپ بکثرت پیدا کردیئے تھے جن کے قد چھوٹے تھے اور ان کے پر تھے۔ وہ کثیر تعداد میں درختوں کی ٹہنیوں سے لٹکتے رہتے تھے۔" (بحوالہ ضیاء النبی جلد 1 صفحہ 265)

ڈاکٹر فلپ ہٹی یونانی مؤرخ سٹرابو کے حوالے سے ان علاقوں کی دولت وثروت کا نقشہ اس طرح پیش کرتا ہے وہ لکھتا ہے:

وہاں شہر آباد تھے جن کے حسن وجمال میں عبادت گاہیں اور محلات اضافہ کر رہے تھے۔ یہاں کے رہنے والے دنیا کے تمام قبائل سے زیادہ دولت مند تھے۔ ان کے ہاں کھانے پینے کے ظروف اور چھریاں کانٹے سونے چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے پلنگ، ان کے میز، ان کے مشروبات کے برتن بھی سونے اور چاندی سے مرصع تھے۔ ان کے گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں ہاتھی دانت اور سونے چاندی کے تاروں اور بیش قیمت موتیوں کے نقش ونگار سے مزین اور آراستہ تھے۔ زراعت وتجارت کے علاوہ معدنی ذخائر ان کی دولتمندی کا ایک اور بڑا سبب تھا۔ خصوصاً یہاں کا سونا نہایت ہی صاف ستھرا تھا۔ اسے صاف کرنے کے لیے مزید گلانے کی صعوبت برداشت نہیں کرنی پڑتی تھی۔

سد مآرب

یمن ایک پہاڑی علاقہ ہے یہاں کوئی دریا نہیں۔ سمندروں سے اٹھنے والے بادل یہاں بارش برساتے ہیں۔ اس زمانے میں موسم برسات میں فصلیں بارش کے پانی سے سیراب ہوتی تھیں۔ بارش کا فالتو پانی وادیوں اور گھاٹیوں کے ندی نالوں میں بہہ کر سمندر میں جا گرتا اور ضائع ہو جاتا تھا۔ سال کا بقیہ حصہ خشک سالی کا شکار رہتا۔ ملکہ بلقیس (بقول دیگر۔ ملک سبا) نے پانی کا ضیاع روکنے کے لیے اور زراعت کو ترقی دینے کی غرض سے ایک ڈیم (DAM) تعمیر کروایا جو آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی علم ہندسہ کے ان ماہرین کی مہارت اعلیٰ ظرفی اور ذہانت کو خراج تحسین پیش کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ ڈیم مصر کے اسوان ڈیم سے مشابہ تھا۔ اسے سدِّ مآرب کا نام دیا گیا ہے۔

اس مقصد کے لیے یمن کے پہاڑی سلسلہ میں ایک ایسی وادی کا انتخاب کیا گیا جس کا پتھر گرینیٹ قسم کا تھا۔ اس کے سامنے گرینیٹ کے پتھروں کی بھاری سلوں کا ایک بہت بڑا بند تعمیر کیا گیا۔ پانی کے حسبِ منشاء نکاس کے لیے اوپر نیچے تین راستے بنائے گئے۔ اس کے

بالکل سامنے پانی کی ایک بہت بڑی جھیل تعمیر کی گئی۔ جب بارشیں ہوتیں تو وادیوں پہاڑی ڈھلوانوں سے پانی بہہ کر اس جھیل میں جمع ہو جاتا۔ جب جھیل بھر جاتی تو سب سے اوپر والے راستے کو کھول دیا جاتا۔ وہاں سے پانی گر کر حوض میں جمع ہو جاتا۔ یہاں سے بارہ نہریں نکالی گئی تھیں جو یمن کے وسیع و عریض علاقوں کو سیراب کرتی تھیں۔ جب پانی کی سطح نیچے ہو جاتی تو حسب حال پانی کے اخراج کے دوسرے اور تیسرے راستوں کو کھول دیا جاتا۔ ڈیم کی برکت سے سال بھر زراعت کے لیے پانی فراوانی سے دستیاب ہونے لگا۔ ساری زمین میں سرسبز و شاداب کھیت لہلہانے لگے۔ باغات پر وہ جوبن آیا کہ دیکھ کر زبان بے ساختہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتی۔ اس زرعی انقلاب نے یمن کی کایا پلٹ دی اور اہلِ یمن کو ضروریاتِ زندگی میں خود کفیل بنا دیا۔ سورہ سبا میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ

"قوم سبا کے لیے ان کے مسکن میں رحمتِ الٰہی کی نشانی تھی دو باغ تھے جن کے سلسلے دائیں اور بائیں دور تک چلے گئے تھے۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ کتنا پاکیزہ ملک ہے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ اور اس رب کی شانِ مغفرت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ (سبا:15)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر "ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ 439 پر" "سبا شہر" اور "سدِ مآرب" کے حالات پر علامہ قزدینی کے حوالہ سے یوں روشنی ڈالی ہے:

علامہ قزدینی نے آثار البلاد میں اس کے متعلق یوں لکھا ہے:

"سبا ایک شہر کا نام ہے جسے سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان (یقطان) نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر دفاعی لحاظ سے نہایت مستحکم اور گنجان آباد تھا۔ اس کی ہوا بڑی پاکیزہ اور پانی بہت میٹھا

تھا باغات کی کثرت تھی جن کے پھل بڑے لذیز تھے۔ طرح طرح کے حیوانات بکثرت پائے جاتے تھے۔ صفائی کا یہ حال تھا کہ مکھی مچھر کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اردگرد پہاڑوں کا سلسلہ تھا۔ بارش ہوتی تو پانی بہہ کر ریگستانوں میں ضائع ہو جاتا۔ ملکہ بلقیس کے عہدِ حکومت میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک زبردست بند (DAM) تعمیر کیا گیا جس سے بارش کا پانی جمع ہو جاتا۔ اس بند کے پانی کے اخراج کے لیے اوپر نیچے کئی سوراخ تھے۔ حسبِ ضرورت ان کو کھول کر پانی لے لیا جاتا جو مختلف نہروں کے ذریعے تمام علاقے کو سیراب کرتا۔ لوگ بہت خوشحال ہو گئے۔ خوشحالی اپنے ہمراہ فسق وفجور لے آئی۔ جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو قہر الٰہی سیلاب کی صورت میں نمودار ہوا اور (سدِ مآرب) ٹوٹ گیا اور پھر..........

سیلِ عرم (سیل العرم)

اہل سبا کو اللہ تعالیٰ کے بیکراں لطف وتنعم اور انعامات ونوازشات کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا لیکن انسان چونکہ فطرتاً ناشکرا واقع ہوا ہے۔ چنانچہ قوم سبا شکر گزار ہونے کی بجائے خدا کو بھول کر سرکشی پر اتر آئی۔ خدائے بزرگ وبرتر کی بجائے اس کے تخلیق کردہ شمس وقمر کو پوجنے لگی۔ منعم حقیقی کے برعکس معبودانِ باطل کی پرستش وپوجا کرنے لگی دولت وثروت کی فراوانی اور خوشحالی نے انہیں فسق وفجور میں مبتلا کر دیا۔ ایک عورت بیک وقت کئی مردوں سے شادی کرتی۔ وہ لوگ اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے بدکاری کرتے۔ شراب پانی کی طرح پی جاتی۔ کھلی بے حیائی اور کفرانِ نعمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا قہر وغضب ان پر ٹوٹ پڑا۔ تند وتیز موسلا دھار بارشیں کئی دنوں تک ہوتی رہیں۔ پانی پتھروں کے مضبوط بند کے اوپر سے بہنے لگا۔ پانی کا ایسا تیز ریلا آیا کہ بند ٹوٹ گیا۔ اور گرینیٹ پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں جن سے بند تعمیر کیا گیا تھا بارش کے پانی کا سیلِ بے درماں انہیں خس وخاشاک کی طرح بہا لے گیا اور تمام بستیوں اور شہروں کے نقوش مٹا ڈالے۔ لہلہاتے کھیت اور میوہ جات کے باغات تباہ وبرباد ہو گئے۔ ساری سرسبزی وشادابی قصہء پارینہ بن کر رہ گئی۔

جہاں کبھی رنگ برنگے لذیز اور خوشبو دار پھل دعوتِ نظارہ دے رہے ہوتے تھے وہاں خاردار جھاڑیاں اور ببول کے درخت اُگ آئے۔ شریں پھلوں کی جگہ کڑوے پھل والے درخت جھاؤ اور بیری کی جھاڑیاں اُگ آئیں۔ اس طرح سبا کی خوبصورت سلطنت صفحہء ہستی سے ہمیشہ کے لیے نابود ہوگئی۔ قرآن کریم میں اہل سبا کے عبرت ناک انجام کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ○ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ

"پھر انہوں نے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر تُند و تیز سیلاب بھیج دیا۔ ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے باغوں میں بدل دیا جن کے پھل ترش اور کڑوے تھے۔ اور ان میں جھاؤ کے بوٹے اور چند بیری کے درخت تھے۔ اور ہم نے ان کو یہ بدلہ بوجہ ان کی ناشکری کے اور سوائے احسان فراموشی کے ہم ایسی سزا کس کو دیتے ہیں۔" (سبا:16)

ایک قول یہ ہے کہ سدِ مآرب عبد شمس بن یعرب (جو سبا کے لقب سے مشہور ہے) نے تعمیر کروایا تھا دوسرا مشہور قول یہ ہے کہ اس شہرۂ آفاق بند کو ملکہ بلقیس نے تعمیر کروایا تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہمعصر حکمران تھی۔ یہ وہ دور تھا جب قومِ سبا یادِ الٰہی سے غافل ہو کر کئی خداؤں کی پوجا کرنے لگی تھی۔ اور شمس و قمر کی پرستش عام ہوگئی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ النمل میں اس کا ذکر کیا گیا ہے:

الرحیق المختوم (اردو ص 44) میں مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری (بھارت) نے تحریر کیا ہے کہ 115 ق م سے 300ء کے دور میں سبا کی مملکت پر قبلیہ حمیر کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اور اسی دور میں قوم سبا کا زوال شروع ہوا۔ رومیوں نے مصر و شام اور شمالی حجاز پر قبضہ کر کے ان کی تجارت کے بحری راستوں کو مخدوش کر دیا تھا۔ اور اس طرح ان کی تجارت رفتہ رفتہ

تباہ ہوگئی۔قحطانی قبائل کی باہمی چپقلش کے باعث بہت سے قحطانی قبائل اپنا وطن چھوڑ کر اِدھر اُدھر پراگندہ ہو چکے تھے۔الرحیق المختوم میں مزید تحریر ہے کہ 300ء کے بعد کا دور خلفشار کا دور ہے۔یمن میں انقلاب آئے۔خانہ جنگیں ہوئیں۔غیر اقوام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کہ اہلِ یمن کی آزادی سلب ہوگئی۔اس عرصہ میں رومیوں نے عدن پر تسلط جمایا۔خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حبشیوں نے اہل رومہ کی مدد سے 340ء میں یمن پر قبضہ کرلیا جو کہ 378ء تک برقرار رہا۔اس کے بعد ان کی آزادی بحال ہوگئی لیکن سدِّ مآرب میں غفلت اور عدم مرمّت کے باعث اس میں رخنے پڑ گئے۔بالآخر 450ء یا 451ء میں یہ بند ٹوٹ گیا اور وہ عظیم سیلاب آیا جس کو سَیلِ عَرِم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس کے نتیجہ میں بستیاں ویران ہوگئیں اور بہت سے قبائل یمن سے نقل مکانی کر گئے اس المناک اور عبرت ناک سانحہ کو سامنے رکھ کر سوچنا ہوگا کہ وطن عزیز پاکستان جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے لئے یہ عطیہ ء خداوندی ہے۔ ہمارا پیارا وطن بیش قیمت خزائن اور ان گنت نعمتوں سے مالا مال ہے۔خوبصورت پہاڑ ہیں جن کے سینوں میں کس قدر معدنیات اور خزائن ہیں۔دریا ہیں جن پر بڑے بڑے ڈیم ہیں۔بند اور بیراج ہیں جن سے نکالی گئی نہروں سے وطن عزیز کا وسیع علاقہ سیراب ہوتا ہے۔لہلہاتے کھیت باغات اور ہریالی کا منظر کس قدر سحر انگیز ہے۔کون سا اناج ہے جو یہاں پیدا نہیں ہوتا۔ہمارے ملک میں ہر سُو پھلوں کے باغات میں دنیا کے مشہور اور لذیذ پھل آم کنوں مالٹا امرود لیچی سیب انگور انار بادام ناشپاتی خوبانی آڑو وغیرہ پائے جاتے ہیں۔اس کے باوجود ہم دنیا بھر کے مشہور بھکاری ہیں۔یہ درست ہے ہم چاند سورج کے پجاری نہیں بلکہ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم جنون کی حد تک دولت پرست ہوس پرست اور اقتدار پرست واقع ہوئے ہیں۔ہمارے ملک کے لاکھوں فرزندانِ توحید ہر سال کعبہ کا طواف کرتے ہیں لیکن وائٹ ہاؤس کے طواف کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔دولت کی ہوس نے ہمیں اس قدر کرپٹ کردیا ہے کہ الامان والحفیظ۔قوم سبا کے ایک ڈیم ٹوٹنے سے

اس قدر تباہی مچ سکتی ہے تو جس ملک میں درجنوں ڈیم اور بیراج ہوں خدانخواستہ اگر کبھی یہ ڈیم ٹوٹ گئے تو............؟

یمن کی حمیری سلطنت

سبا (عبد شمس) کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں کہلان اور حمیر نے بہت شہرت پائی۔ان میں حمیر بن بابلیون بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان (یمن) مملکت حمیر کا موسسِ اول بنا۔یہ مملکت بحرہ قلزم (بحرہ احمر) اور سبا کے درمیان تھی۔ان علاقوں کو پہلے قتبان کہا جاتا تھا۔شروع میں اس مملکت کا ظہور قتبان کے علاقے میں ہوا۔بعد میں قبیلہ حمیر نے آہستہ آہستہ سبا اور ریدان پر قبضہ کرلیا۔الرحیق المختوم کے مطابق بنو حمیر کو مملکتِ سبا پر 115 ق م سے 300ء کے دوران غلبہ حاصل ہوا۔انہوں نے مآرب کی بجائے ریدان کو اپنا دارالسلطنت بنایا جو بعد میں ظفار کے نام سے مشہور ہوا۔یہ شہر اندرونِ یمن کا شہر ہے۔جو راستہ صنعاء کی طرف جاتا ہے اس پر "مخا" سے بجانب مشرق ایک سو میل کی مسافت پر واقع ہے۔(ضیاءالنبی جلد 1 ص 271)

رحیق المختوم کے مطابق اس شہر کے کھنڈرات آج بھی شہر "یریم" کے قریب "مُدَوَّر" نامی پہاڑی پر پائے جاتے ہیں۔

بنو حمیر کی زبان وہی تھی جو پہلے دو قبائل معین اور سبا کی تھی۔

رَیدان میں رہنے والے روسا اور نوابوں میں سے جو سب سے بڑا ہوتا اسے ذوریدان (ریدان کا مالک) کہا جاتا تھا۔جب انہوں نے مملکت سبا پر قبضہ کرلیا تو اسے "ملک سبا و ذوریدان" کہا جانے لگا۔

حمیری حکومت 640 سال تک قائم رہی (اندازاً 115 ق م سے 525ء تک)۔اس عہد کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔پہلے دور میں حمیری حکمران خود کو ملک سبا وریدان کہلواتے تھے جبکہ دوسرے دور میں اس مملکت میں حضر موت شامل ہونے کے بعد انہیں ملک سبا وریدان وحضرموت کہا جاتا تھا۔

بقول علامہ شبلی نعمانی تاریخ کی کتب میں حمیر کے 26 نامور بادشاہوں کا تذکرہ ملتا ہے(سیرت النبی ﷺ جلد 1، صفحہ 115)

اس خاندان کا مشہور ترین بادشاہ شمر یرعش تھا۔ عرب مؤرخین کے مطابق اس نے عراق، فارس اور خراسان فتح کیے۔ دریائے جیحوں کے پار صغد کے شہر برباد کیے۔ یہی وہ نامور حمیری حکمران تھا جس نے ترکوں کے مرکز میں ایک نیا شہر آباد کیا جسے اپنے نام سے موسوم کرتے ہوئے سمرقند کا نام دیا۔

ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ضیاء النبی میں تحریر کیا ہے کہ شمر یر کے بعد اس کا بیٹا اقرن تخت نشین ہوا۔ پھر اس کا بیٹا کلیکرب برسرِ اقتدار آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا تبع تخت کا وارث بنا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اہلِ ایمان میں سے تھا یعنی تبع آخر (اسعد ابی کرب)۔ تبع اول زید ہے۔ تبع اول زید بن عمرو ذی الادعار بن ابرہہ ذالمنار بن الریش یارائش ہے۔ اور تبع آخر اسدابی کرب بن کلیکرب بن زید ہے۔ (ابن ہشام جلد 1)

ضیاء النبی میں مزید تحریر ہے کہ:

ان بادشاہوں میں ایک کا نام الحرث تھا جو حمیر کی پندرھویں پشت میں سے تھا۔ اس سے قبل ان کی حکومت یمن تک محدود تھی۔ یہ یمن سے نکلا اور دیگر ممالک کو فتح کیا اور مفتوحہ علاقوں سے کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا۔ اس کا عہد حکومت 135 سال تک محیط ہے۔ اس نے اپنے اشعار میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے۔ اس کے شعر کا ترجمہ یہ ہے:

”حضور ﷺ کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔ کاش میری زندگی وفا کرے اور حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد مجھے صرف ایک سال زندہ رہنے کی مہلت میسر آ جائے۔“

تبع کے بارے میں تحریر ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کا دین قبل از بعثت قبول کرلیا تھا اور حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آیا تھا اس کے چند اشعار کا ترجمہ پیشِ

خدمت ہے:

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔اگر میری عمر نے حضور ﷺ کی تشریف آوری تک وفا کی تو میں حضور ﷺ کا وزیر ثابت ہوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح معاون و مددگار بنوں گا۔‘‘

’’کہ ذوالقرنین (سائرسِ اعظم شاہِ فارس) مجھ سے پہلے گذرا ہے اور وہ مسلمان تھا۔وہ بھی بادشاہ تھا کہ زمانے کے سارے بادشاہ اس کے تابع فرمان تھے۔اور اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے تھے۔‘‘

’’اس کے بعد بلقیس کا دور آیا جو میری پھوپھی تھی۔یہ اس وقت تک بادشاہ (ملکہ) رہی جب ہدہد سلیمان علیہ السلام کا مکتوبِ گرامی لے کر اس کے پاس آیا۔‘‘

(ماخذ از مفصل فی احوال العرب ج2 ص514)

بنو حمیر کا ایک اور نامور حکمران اسعد ابو کرب تھا۔جس کا دورِ حکومت 385ء تا 420ء تھا۔عرب مؤرخین کا خیال ہے کہ اس نے آذر بائیجان پر حملہ کیا۔شاہِ ایران کو شکست دی اور اس نے سمرقند کے بادشاہ کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔اور پھر چین پر بھی حملہ آور ہوا اور بہت سامالِ غنیمت لے کر واپس ہوا۔اس نے روما کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اسے جزیہ دینا قبول کر لیا۔اسی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ یثرب (مدینہ) پر حملہ آور ہوا (کیونکہ) اہل یثرت نے اس کا بیٹا قتل کر دیا تھا۔وہاں سے وہ دو یہودی عالم لے کر واپس ہوا۔پھر وہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) آیا۔وہ پہلا حکمران ہے جس نے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اس پر غلاف چڑھایا۔اور وہ عرب ہے جس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔

ابن ہشام نے سیرت النبی ﷺ کامل جلد اول میں لکھا ہے کہ تبان اسد ابی کرب یثرب آیا۔بنو قریظہ کے دو یہودی علماء کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ھذیل بن بدر کہ نے تبع کو بیت اللہ پر حملہ کی ترغیب دی تا کہ وہ ہلاک ہو جائے لیکن یہودی علماء کے کہنے پر وہ بیت اللہ پر حملے سے باز رہا۔اس نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔طواف کیا اور سر منڈوایا اور قربانیاں

پیش کیں۔ اس نے خانہ کعبہ پر حصف اور معافر (دو کپڑوں کے نام ہیں) کے غلاف چڑھائے۔ اس نے یمن سے مدینہ تک سڑک بھی تعمیر کروائی۔ اس نے اپنا لڑکا چھوڑا جسے انصار میں سے احمر نامی شخص نے قتل کر دیا تو اس نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ تبع اسد ابی کرب کے لشکر اور انصار کے رئیس عمرو بن طلحہ کے درمیان مقابلہ ہوا تھا تاہم بنو قریظہ کے یہودی علماء نے اسے یثرب کو تباہ کرنے سے منع کیا کہ یہ شہر نبی آخر الزماں ﷺ کا دارالہجرت ہے۔ اس کے بعد وہ بنو قریظہ کے دو یہودی علماء کو لے کر مکہ آیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا۔ کعبہ تعمیر کیا۔ دروازہ بنوایا اور اسے تالا لگوایا اور اس وقت کے کعبہ کے متولی بنو جرہم کو کعبہ کی حرمت کی بابت وصیت کی۔ جب وہ یمن آیا اہل یمن نے اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اہل یمن نے انصاف کے لیے آگ جلائی۔ یمن والے آگ میں جل گئے اور یہودی علماء بچ نکلے۔ اس طرح یمن میں یہودی مذہب کا آغاز ہوا۔ پھر یہودی علماء نے تبع کی اجازت سے سیاہ رنگ کے شیطان کو ہلاک کر دیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ ربیعہ بن نصر سے پہلے حکمران رہ چکا تھا۔ ربیعہ بن نصر کے بارے میں ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ یمن کا حاکم تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا اور بہت پریشان ہوا۔ اس نے سطیح اور شق نام کے دو جوتشیوں کو علیحدہ علیحدہ بلا کر اپنے خواب اور اس کی تعبیر پوچھی۔ ان دونوں نجومیوں نے اسے بتایا کہ ایک آگ اٹھے گی جو یمن کی ہر چیز کو کھا جائے گی یعنی ملک یمن پر اہلِ حبشہ اس کی حکومت کے 60 یا 70 سال بعد قبضہ کر لیں گے جنہیں قوم ارم عدن سے نکل کر قتل کر دے گی اور وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بنو عدن کے لوگ (امتِ محمدیہ ﷺ) یمن کے حکمران بنیں گے۔ ان کی حکومت تا قیامت قائم رہے گی۔

اس نے شاہِ فارس خرزاد کو لکھ بھیجا۔ شاہِ فارس نے اس کے خاندان اور اہلِ بیت کو حیرہ میں سکونت کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔

حسان بن تبان اسد ابی کرب

تبان ابی کرب کے بعد اس کا لڑکا حسان بن تبان اسدابی کرب یمن کا حکمران بنا تو وہ عرب وعجم کو فتح کرنے کے قصد سے نکلا۔ بحرین پہنچ کر اہل یمن اور بنو حمیر نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے خلاف اس کے چھوٹے بھائی عمرو بن تبان اسدابی کرب کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ اور حسان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ذروع نامی شاعر نے عمرو کو باز رہنے کو کہا لیکن وہ نہ مانا اور حسان کو قتل کر دیا۔

عمرو حاکم یمن

حسان کے قتل کے بعد عمرو یمن کا حکمران بنا۔ اس نے قتل کے سازشیوں کو ہلاک کروا دیا۔ صرف ذروع نامی شاعر بچا۔ عمرو کو بے خوابی کی بیماری لگ گئی اور اسی سے ہلاک ہو گیا۔

الخَنیعه

یہ حمیری تھا لیکن شاہی خاندان سے نہ تھا۔ عمرو کی موت کے بعد یمن میں خلفشار اور انتشار پھیل گیا۔ تو لوگوں نے الخنیعه کو بادشاہ بنا ڈالا۔ یہ بڑا بدکار اور بدکردار ثابت ہوا۔ وہ شاہی خاندان کی عورت سے بدکاری کرتا اور شہزادوں سے لواطت کرتا۔ اس نے اس مقصد کے لیے ایک مکان مخصوص کر رکھا تھا۔ جب وہ بدکاری کر کے باہر آتا تو منہ میں مسواک رکھ کر باہر آتا۔ اس کے باڈی گارڈ سمجھ جاتے کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہے۔ شاہی خاندان میں ذونواس سب سے چھوٹا تھا۔ وہ حسان اور عمرو کا بھائی تھا۔ وہ بہت حسین اور کمال کا نازک اندام تھا۔ جس دن الخنیعه نے اسے بلایا تو وہ جوتی میں چھری چھپا کر لے گیا۔ اس نے اسی چھری سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور سر کاٹ کر روشن دان میں رکھ دیا۔ اور مسواک اس کے منہ میں رکھ کر باہر آ گیا۔ اور باڈی گارڈز کو ساری بات بتا دی۔

ذونواس شاہِ یمن

یہ حسان اور عمرو بن تبان اسدابی کرب کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کا نام ذرعہ تھا اور لوگ اسے یوسف کہتے تھے اس نے بدکار اور لوطی الخنیعه کو قتل کر دیا تو قوم حمیر اور قبائل یمن نے اسے یمن کا بادشاہ تسلیم کر کے اس کی بیعت کر لی۔ اس کا ذکر سورہ البروج میں کیا گیا ہے۔

واقعہ احدود

نجران کے لوگ بت پرست تھے اور معاشی لحاظ سے بہت خوشحال تھے۔ ابنِ کثیر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ نجران کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں ایک جادوگر رہتا تھا۔ وہ نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ فیمون نامی ایک راہب آیا اس نے نجران اور اس گاؤں کے درمیان ڈیرہ ڈال لیا۔ فیمون کے بارے میں ابن ہشام سیرت النبی ﷺ کامل جلد اول میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ فیمون ایک عابد زاہد صاحبِ کرامات اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے وہ معمار تھے اور یہی ان کا کسب معاش کا ذریعہ تھا۔ جب ان کی کرامات کا لوگوں پر انکشاف ہو جاتا تو وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جاتے صالح نام کا ایک شخص ان کی کرامات سے مطلع ہو کر ان کے ساتھ ہولیا اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ان سے کیا۔ یہ دونوں شام چلے گئے اور لوگوں میں دعوتِ دین دینا شروع کی تو عربوں نے ان دونوں کو فروخت کر دیا۔ فیمون کو نجران کے ایک آدمی نے خرید لیا۔ وہ جب اپنے آقا کے گھر چراغ گل کر کے نمازِ تہجد پڑھنے لگتا تو چراغ روشن ہو جاتا۔ اس طرح اس کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اور لوگ دینِ مسیحیت میں داخل ہونے لگے۔

شہر میں جو لوگ جادوگر سے جادو سیکھنے جاتے تھے ان میں ایک تاجر کا بیٹا عبداللہ بن تامر بھی تھا۔ اسے آتے جاتے راہب کی نماز اور عبادت وغیرہ دیکھنے کا موقعہ ملتا۔ وہ اس پر غور و خوض کرتا اور اس کے دل میں اس کے مذہب (عیسائیت) کی سچائی جگہ کرتی جاتی۔ اس نے راہب کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور راہب سے مذہبی تعلیم بھی لینے لگا۔ کچھ دن بعد وہ راہب کے مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ توحید کا پابند ہو کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح سیکھ لیا۔ وہ راہب اسمِ اعظم بھی جانتا تھا۔ عبداللہ نے ہر چند کوشش کی کہ وہ اسے اسمِ اعظم بتا دے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی۔ ابھی کمزور دل والے ہو اور میں اس کی طاقت تم میں نہیں پاتا۔ عبداللہ کے باپ تامر کو معلوم نہ تھا کہ اس کا بیٹا مسلمان ہو چکا ہے۔ عبداللہ نے جب دیکھا

کہ راہب اسے اسمِ اعظم نہیں سکھاتا تو ایک دن انہوں نے تیر لیے اور اللہ کے جتنے نام انہیں یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا۔ پھر آگ جلا کر ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کر دیا۔ جب وہ تیر آیا جس پر اسمِ اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر نکل آیا۔ آگ نے مطلق اس پر اثر نہ کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہی اسمِ اعظم ہے۔ اپنے استاد کے پاس آئے اور انہیں بتادیا کہ مجھے اسمِ اعظم کا علم ہو گیا ہے اور سارا واقعہ انہیں بتادیا تو راہب نے فرمایا بھائی تم نے خوب معلوم کر لیا۔ واقعی یہی اسمِ اعظم ہے۔ اسے اپنے تک ہی رکھنا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ نجران میں آئے اور جس بیمار دکھی اور ستم رسیدہ انسان پر نظر پڑی اس سے کہا کہ تم موحد بن جاؤ اور اسلام قبول کر لو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ وہ تمہیں شفاء اور نجات دے گا۔ وہ اسمِ اعظم کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے تو بیمار صحت یاب ہو جاتا۔ چنانچہ نجرانیوں کے گروہ کے گروہ روزانہ اسلام قبول کرنے لگے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو بلا کر دھمکایا۔ کہ تم نے میری رعایا کو بگاڑ دیا ہے۔ میرے اور میرے آباؤ اجداد کے دین پر حملہ کیا ہے۔ میں تیرے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا۔ عبداللہ نے کہا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اسے پہاڑ سے گرایا مگر زخم تک نہ آیا۔ شوریدہ سر دریاؤں کے گرداب کی جگہ ڈالا مگر کچھ نہ ہوا۔ غرض ہر حربہ آزمایا لیکن عبداللہ سلامت رہے۔ بادشاہ عاجز آ گیا۔ عبداللہ نے کہا اے بادشاہ سن تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہوگا۔ ہاں اگر تو میرا دین مان لے اور خدا کی عبادت کرنے لگے تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے حضرت عبداللہ کا بتایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے عبداللہ کو مارا جس سے کچھ معمولی سی خراش آئی اور اسی سے آپ شہید ہو گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارش کرے۔ اس کے بعد بادشاہ بھی مر گیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہی دین سچا ہے اور برحق ہے۔ چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان (عیسائی) ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت برحق تھا۔ ابھی حضور ﷺ کی نبوت کا ظہور نہ ہوا تھا۔ پھر ایک زمانہ بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں۔

دین حق کا نور چھن گیا۔ یہ تھا اصل سبب نجران سے عیسائیت پھیلنے کا۔ ابن کثیر نے سورہ البروج کی تفسیر میں محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں ایک نجرانی نے بنجر اور غیر آباد زمین کھودی تو دیکھا کہ عبداللہ بن تامر رحمۃ اللہ علیہ قبر میں بیٹھے ہیں۔ ان کا ہاتھ زخم پر ہے۔ ہاتھ ہٹایا جاتا ہے تو زخم سے خون بہنے لگتا ہے۔ ہاتھ چھوڑ دیا جاتا ہے تو خود بخود زخم پر چلا جاتا ہے اور خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کی انگلی میں انگوٹھی تھی جس پر لکھا تھا ربی اللّٰہ میرا رب اللہ ہے حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے حکم دیا کہ قبر کو اسی مٹی سے بند کر کے نشان مٹا دیا جائے۔

ذونواس یہودی کا نجران پر حملہ

یمن کے آخری حمیری بادشاہ نے نجران پر حملہ کر دیا۔ اور اہلِ نجران پر غلبہ پایا۔ اس نے نجران میں اعلان کروا دیا کہ عیسائیت سے تائب ہو کر یہودی مذہب اختیار کر لو ورنہ انہیں جلا دیا جائے گا۔ انہوں نے عیسائیت کو برحق جانا اور یہودی مذہب اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ذونواس یہودی نے خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ جلائی اور اہل نجران کو ان میں ڈلوا کر جلا دیا۔ بعض کے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے۔ 20 ہزار نجرانی جلائے گئے۔ اس واقعہ کو واقعہ احدود کہا جاتا ہے اور اس کا ذکر قرآن میں سورہ البروج میں آیا ہے۔

یہ واقعہ 24-523ء کو ظہور پذیر ہوا۔ ایک شخص دوس ثعلبان گھوڑے پر سوار ہو کر قیصر روم کے پاس پہنچا اور قیصر روم نے حبشہ کے نجاشی کو یمن پر حملے کا حکم دیا چنانچہ 70 ہزار حبشی لشکر کو ارياط کی قیادت میں یمن پر حملے کے لیے بھیجا گیا۔ ارياط کے ساتھ اس کا معاون ابرہہ بھی تھا۔ 525ء کو حبشہ کی فوج نے یمن پر قبضہ کر لیا۔ ذونواس بھاگ نکلا لیکن پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ پھر ارياط اور ابرہہ میں ٹھن گئی ارياط مارا گیا اور ابرہہ کا لب کٹ گیا۔ اسی لیے اسے ابرہہ اشرم (لب کٹا) کہتے ہیں۔

پھر اسی ابرہہ نے نجران میں کعبہء نجران (کلیسا) تعمیر کروایا تا کہ عربوں میں کعبۃ اللہ کی اہمیت گھٹ جائے۔ اسی ابرہہ نے بیت اللہ کو گرانے کے لیے ایک بڑے لشکر کے ساتھ

مکہ پر چڑھائی کردی۔اس لشکر کو قرآن میں اصحابِ فیل کا نام دیا گیا ہے۔وادیٔ عسر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سمندر کی طرف سے ابابیلوں کے غول کے غول نمودار ہوئے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں ان پرندوں نے اصحاب فیل پر کنکریاں برسانا شروع کر دیں جس سے لشکر اوران کے ہاتھی تباہ ہوگئے۔پھر لشکر میں چیچک کی بیماری پھوٹ پڑی جس سے ابرہہ کی سپاہ عذابِ الیم سے دوچار ہو کر ہلاک ہوگئی۔ابرہہ بڑی مشکل سے بھاگ کر دارالحکومت صنعاء پہنچا اور وہاں جا کر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ابرہہ کی ہلاکت کے بعد اس کا لڑکا یکسوم یمن کا حکمران بنا اور پھر مسروق۔ان دونوں نے اہلِ یمن کو ظلم وعتاب کا نشانہ بنایا۔

سیف ذی یزّن حمیری

سیف ذی یزن جور وستم کی فریاد لے کر قیصر روم کے دربار میں پہنچا اور درخواست کی کہ وہ حبشیوں کو یمن سے نکل جانے کا حکم دے تو اہلِ یمن اسے اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن قیصر نے یہ درخواست مسترد کردی۔سیف ذی یزن پھر فریاد لے کر شاہِ حیرہ منذر بن ماءالسماء کے پاس گیا جو شاہِ ایران کا باجگذار تھا۔منذر نے اسے کسریٰ ایران نوشیروان (531ء تا 572ء) کے پاس بھیج دیا۔شاہِ ایران نے جواب دیا کہ اس ملک پر حملہ کرنے سے کیا حاصل ہے یہاں صرف اونٹ اور بکریاں ہیں۔اس نے سیف ذی یزن کو خلعت پہنائی اور دس ہزار درہم بھی عطا کیے۔سیف نے غصے میں آکر یہ درہم زمین پر پھینک دیے۔کسریٰ ایران کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے سیف کو سزا دینے کی غرض سے دربار میں بلایا۔اور پوچھا کہ تو نے میرے جیسے ذی شان شہنشاہ کے عطیہ کو زمین پر بکھیر دیا۔ سیف نے کہا مجھے عطیہ کی ضرورت نہیں۔میرے ملک کے پہاڑ سونے چاندی کے ہیں۔ کسریٰ کے منہ میں پانی بھر آیا۔اس نے ایک پیر فرتوت واہرز کی قیادت میں آٹھ سو قیدی آٹھ کشتیوں پر یمن روانہ کیے۔دو کشتیاں تباہ ہوگئیں۔اس طرح صرف چھ سو قیدی ساحل پر اترے۔اہل یمن نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔اور ان سے مل کر حبشیوں کا قتل عام کیا اور

ان کو شکستِ فاش دی۔ شاہِ ایران نے اس کامیابی پر یمن کا تاج و تخت سیف کو عطا کیا۔ اور واہرز کو واپس بلا لیا۔

یمن پر سیف ذی یزن کی حکومت قائم ہونے پر عربوں کے وفود ان کو مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ مکہ کے سردار عبدالمطلب بھی سردارانِ قریش کے ہمراہ سیف ذی یزن کے دربار میں مبارک باد دینے پہنچے۔ سیف نے ان کی بڑی تکریم کی اور ایک ماہ تک مہمان بنائے رکھا۔ اور عبدالمطلب کو تخلیہ میں حضور ﷺ کی نبوت کی بشارت دی اور نشانیاں بتائیں کہ آپ ﷺ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان بالوں کا گچھا ہوگا۔

سیف ذی یزن نے کچھ عرصہ حکومت کی۔ اس نے تمام حبشیوں کو قتل کر ڈالا۔ ان میں ایک حبشی نے موقع پا کر اپنی قوم کے قاتل سیف ذی یزن کو قتل کر ڈالا۔

رحیق المختوم میں لکھا ہے کہ سیف ذی یزن کے بیٹے معدی کرب کی قیادت میں حبشیوں کو ملک سے نکال باہر کیا اور اہلِ یمن نے ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے معدی کرب کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ یہ واقعہ 575ء کا ہے آزادی کے بعد معدی کرب نے کچھ حبشیوں کو اپنے دربار میں ملازم رکھ لیا۔ یہ شوق مہنگا ثابت ہوا۔ ان حبشیوں نے ایک دن دھوکے سے معدی کرب کو قتل کر کے ذی یزن کے خاندان سے حکمرانی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔

شاہِ ایران کو اس کا علم ہوا تو اس نے واہرز کو چار ہزار فوج کے ہمراہ یمن بھیجا۔ واہرز نے یمن کی حکومت سنبھال لی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا "مرزبان" وہاں کا گورنر بنا اور اس کے بعد واہرز کا پوتا خرخسرہ بن البیخان بن مرزبان بن واہرز از خود یمن کا بادشاہ بن بیٹھا۔ کسریٰ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے واپس بلا لیا تاکہ اس کا کام تمام کر دے لیکن ایک ایرانی سردار کی سفارش پر اسے معاف کر دیا گیا۔ اور باذان کو یمن کا گورنر بنا دیا گیا۔ یہی آخری ایرانی گورنر تھا جس نے 628ء میں اسلام قبول کر لیا تو یمن سلطنتِ اسلامیہ کا حصہ بن گیا۔

کیا بنوقحطان بنواسماعیل علیہ السلام سے ہیں؟

اس موضوع پر علماء انساب میں اختلاف پائے جاتے ہیں اس ضمن میں نہ علماء انساب کی پیروی کی جائے گی اور نہ ہی ان کی مخالفت کا راستہ اپنایا جائے گا۔ یہاں یہ امر ضروری ہے کہ پہلے عرب اقوام اور طبقات پر مختصر سی روشنی ڈالی جائے۔ یہ حقیقت ہے تمام عرب سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ تمام عربوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

1۔ عرب عاربہ یا بائدہ

عرب کے قدیم باشندوں کو عرب عاربہ یا بائدہ کہا جاتا ہے۔ عرب کے قدیم قبائل مثلاً عاد، ثمود، عبیل، عمالقہ، طسم، جدلیس، امیم، جرہم، حضرموت، حضور عبد ضخم وغیرہ یہ سب لاوَز بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ ان کی حکومتیں یعرب بن قحطان نے ختم کی تھیں۔

2۔ عرب المتعربہ

یہ قحطان کی نسل سے تھے۔ ان کا وطن یمن تھا۔ ان کی دو مشہور شاخیں بنو جرہم اور یعرب تھیں۔ یعرب کی اولاد سے کہلان اور حمیر تھے۔ قحطان پہلا شخص تھا جس نے عربی زبان سیکھی۔ اس لیے انہیں متعوبہ بھی کہا جاتا ہے یعنی جس کی مادری زبان عربی تھی۔

3۔ عرب المستعربہ

یعنی وہ لوگ جن کی مادری زبان عربی نہ تھی انہوں نے بنو جرہم سے عربی سیکھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب المتعربہ یعنی اولاد قحطان اور عرب المستعربہ اولاد اسماعیل علیہ السلام دو الگ الگ قبائل تھے۔

لیکن مشہور ماہر انساب زبیر بن بکار بنو قحطان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کا نسب نامہ یہ بتاتا ہے:

قحطان بن ہمیسع بن تیم بن نبت بن اسماعیل۔ ضیاء النبی جلد دوم (ص 571) میں زبیر بن بکار کی تائید میں صحیحین کی حدیث جس کے راوی ابوہریرہ ہیں پیش کی ہے۔ منقول ہے:

وَتِلْکَ اُمُّکُمْ یَابَنِیْ مَاءِالسَّمَآءِ

"اے بنی ماالسماء کے بیٹو! حضرت حاجرہ تمہاری ماں ہیں۔"

ماالسماء عامر کا لقب ہے جو اوس وخرج کا جدِّ امجد ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِیْ يَتَرَجَّحُ فِیْ نَقْدِیْ

"میری تحقیق کے مطابق بھی یہی قول (یعنی قحطان کا اولاد اسماعیل سے ہونا) راجح ہے۔"

بخاری شریف باب 357 حدیث نمبر 721 میں بھی اس کی تائید کی گئی ہے۔

اسلم اور بنو خزاعہ کے قبیلے باہم تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے کہ سرور کائنات ﷺ ان کے پاس سے گزرے فرمایا:

اَرْمُوْا يَابَنِیْ اِسْمَاعِيْلَ

"اے بنی اسماعیل کے بیٹو! خوب تیر اندازی کرو۔"

قبیلہ بنی اسلم اور خزاعہ قحطانی تھے۔

ابن ہشام نے ان روایات کو بنیاد بنا کر لکھا ہے کہ یعرب بن قحطان کو یمن بھی کہتے ہیں اور اس کے نام سے ملک یمن موسوم ہوا اور وہ اولاد اسماعیل سے تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کا بیٹا اور قالغ اور یقطن کا بھائی تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یقطن کا معرب ہی قحطان ہے یعنی یقطن ہی قحطان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یمن بن قیدار بن اسماعیل کا بیٹا قحطان ہے۔ مولانا نجیب شاہ خاں اکبر آبادی تاریخ اسلام جلد اول میں اس موضوع پر لکھتے ہیں کہ قحطان اگر اسماعیل کی اولاد ہے تو پھر سارے اہل عرب بنی اسماعیل ثابت ہوتے ہیں کیونکہ دو ہی شخص عدنان اور قحطان تمام قبائل عرب کے مورثِ اعلیٰ ہیں مگر زیادہ محقق اور قابلِ قبول قول یہی ہے کہ قحطان اور یقطن ایک ہی شخص کے نام ہیں اور قحطانی قبائل بنی اسماعیل نہیں ہیں۔

اس موضوع کے اختتام پر مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی تاریخِ اسلام جلد اول سے اخذ شدہ (1) نسب نام بنی سام (2) نسب نامہ بنی قحطان اور (3) شجرۂ نسب بنی عدنان دیا

گیا ہے تاکہ حقائق سے آگاہی ہو سکے۔

اس بحث کے بعد مزید تاریخی شواہد اور حقائق پیش کیے جاتے ہیں۔ کتب تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ملک عراق سے ہجرت فرما کر مصر گئے پھر فلسطین میں السبع کے مقام پر سکونت اختیار کی اور پھر "قط" کے مقام کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ اپنی مصری بیوی حضرت حاجرہ علیہ السلام اور اپنے نومولود فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم ربی سے وادی ام القریٰ (مکہ) کے بے آب و گیا میدان میں ایک مشکیزہ پانی اور تھوڑی سی کھجوریں دے کر چھوڑ آئے تھے۔ جب پانی کا مشکیزہ ختم ہوا تو بسیار کوشش کے باوجود حضرت حاجرہ کو پانی نہ ملا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ سے قدرت نے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جو چاہ زم زم کہلاتا ہے۔ حضرت حاجرہ علیہ السلام اور ان کے فرزند اس چشمے کے قریب قیام پذیر ہو گئے تو وہاں بنو جرہم کا قبیلہ آبسا جو یمن سے نقل مکانی کر کے شام جا رہا تھا۔ بنو جرہم بنو قحطان کی ایک شاخ ہے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پندرہ سال کے ہو گئے تو ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ مولانا اکبر شاہ خاں تاریخ اسلام جلد اول میں رقم طراز ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مکہ سے شام نقل مکانی کا ارادہ کر لیا تو بنو جرہم نے انہیں روک لیا عمالقہ کے قبیلے کی ایک خاتون (بروایت دیگر بنو جرہم کی ایک خاتون) سے ان کی شادی کر دی لیکن بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو طلاق دے دی۔ اکثر کتبِ تاریخ میں درج ہے کہ اس بیوی کو طلاق دینے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم کی ایک اور خاتون سے شادی کر لی۔ ان کا نام سیدہ نبت مضاض بن عمرو تھا جن کے بطن سے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ضیاء النبی جلد دوم ص 394 پر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں کہ سیدہ نبت مضاض بن عمرو الجرہمی کے بطن سے جو بارہ بیٹے تولد ہوئے ان کے نام نابت، قیدر (قیدار)، اوبیل (اوبال)، میشا، (میشان) سمع، دما، ماس، ادو، وطور، نفیس، طما اور قیدمان ہیں (ماخذ تاریخ طبری)

آپ کی عمر پینتیس برس کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمالیق اور قبائل یمن کے لیے

نبی بنا کر مبعوث فرمایا یہاں یہ نکتہ واضح کر دینا ضروری ہے قبائل یمن یعنی بنو قحطان بہت پہلے موجود تھے اور اس وقت یمن میں آباد تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمالیق اور قبائل یمن کے لیے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ قبیلہ بنو جرہم یمن سے مکہ آ کر آباد ہوا۔ اور بنو جرہم بنو قحطان کا ایک قبیلہ تھا تو پھر بنو قحطان بنو اسماعیل سے کیسے ہوئے؟ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی زبان بنو جرہم سے سیکھی تھی۔ اور عربی بنو قحطان کی زبان تھی جو انہوں نے العرب بائدہ سے سیکھی تھی جو عرب کی قدیم اقوام میں سے تھے اور قحطان کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ان کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک بیٹی بھی تھیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی (جو چودہ سال چھوٹے تھے) اسحاق علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ ان کی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے (عیصو) سے کریں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ضیاء النبی میں سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور عدنان کے درمیان جتنی پشتیں ہیں ان کا ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے بارے میں ہمارے پاس ایسی معلومات نہیں جن کی صداقت پر اعتماد کیا جا سکے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کے ان اجداد کے حالات کا سرسری تذکرہ کیا ہے جو عدنان اور عبداللہ کے درمیان ہیں۔

شجرہ نسب بنی سام

کیونکہ اس شجرہ کو خود سید الابرار ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور ان کی صحت کے بارے میں شک کی گنجائش نہیں سرکار دو عالم ﷺ جب خود اپنا شجرۂ نسب بیان فرماتے تو عدنان پر ختم کر دیتے اس سے آگے تجاوز نہ فرماتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شجرۂ نسب عدنان تک بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس سے اوپر کا ہمیں علم نہیں۔ (بحوالہ الروض الانف جلد 1 ص 11)

رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا نَنْتَسِبُ اِلٰی عَدْنَانَ وَمَا فَوْقَ ذٰلِکَ لَا نَدْرِیْ مَاهُوَا

جب حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام خاندان نبوت کا شجرہ حضرت عدنان تک بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تو ہم بھی اس بحث کو اسی نکتے پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام تک شجرہ ہائے نسب کے لیے تاریخ طبری ملاحظہ فرمائیں۔

باب2

اہل یمن کے فضائل

خیر التابعین خواجہ قرن حضرت اویسؓ کے پیارے دیس (یمن) کی تاریخ بیان کرنے کے بعد آپ کے اہلِ وطن (اہل یمن) کے فضائل اور مناقب ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں پیش کیے جاتے ہیں۔

9ھ میں عرب کے اطراف واکناف سے رسالتماب ﷺ کی خدمت اقدس میں ابن ہشام کے بقول ایک سو چار وفود حاضر ہوئے اس سال کو عام الوفود کا نام دیا گیا ہے۔

اشعریوں کا وفد

اسی سال اشعریوں کا ایک وفد سرورِ انبیاء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مہربان ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک ایسی قوم آنے والی ہے جن کے دل تم سب سے زیادہ رقیق اور نرم ہیں۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے کچھ دن بعد اشعریوں کا وفد مدینہ طیبہ میں وارد ہوا۔ اس وقت وہ لوگ رجز پڑھ رہے تھے:

"کل ہم اپنے پیارے دوستوں سے ملاقات کریں گے یعنی محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّأَضْعَفُ قُلُوْبًا وَالْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ وَالْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفِدَا دِيْنَ مَنْ أَهْلِ الْوَبَرِ قِبَلَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ

"اہل یمن آ گئے ہیں۔ ان کے دل بڑے نرم اور رقیق ہیں۔ ایمان بھی اہل یمن

کا ہے اور حکمت ودانائی بھی یمنیوں کا حصہ ہے۔ سکینت اور طمانیت بکریاں
پالنے والوں کا شیوہ ہے۔ اور اونٹوں کے مالکان میں فخر وتکبر زیادہ ہوتا ہے اور
ان کا مسکن مشرق ہے۔"

اسی حدیث کو مشکواۃ شریف (مظاہر حق جدید شرح مشکواۃ جلد پنجم) میں الفاظ کی کمی
بیشی سے اس طرح تحریر کیا گیا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اَتَاکُمْ اَهْلَ الْیَمَنِ هُوَا اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّاَلْیَنُ قُلُوْبًا اَلْاِیْمَانُ
یَمَانٍ وَالْحِکْمَةُ یَمَانِیَةٌ وَّالْفَخْرُ وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَصْحَابِ
الْاِبِلِ وَالسَّکِیْنَةُ وَالْوَقَارُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ (متفق علیہ)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ
(جب یمن سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے لوگ خدمتِ
رسالتِ پناہ میں حاضر ہوئے تو) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (لوگو) تمہارے
پاس یمن کے لوگ آئے ہیں جو (تمہارے پاس آنے والے اور لوگوں کی بہ
نسبت) زیادہ رقیق القلب اور زیادہ نرم دل ہیں۔ ایمان یمن کا ہے اور حکمت
(علم) بھی یمنی ہے اور فخر (یعنی اپنے مال ومنصب وغیرہ کے ذریعے اپنی بڑائی
مارنا) اور تکبر کرنا اونٹ والوں میں ہے جبکہ طمانیت وسکینت اور وقار بکری
والوں میں ہے۔" (بخاری ومسلم)

یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی مذکور ہے (حدیث نمبر 1869)

ترمذی شریف حدیث نمبر 1870 میں احمد بن منیع، زید بن حباب، معاویہ بن صالح،
ابومریم انصاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

"ملک وحکومت قریش میں فیصلہ کرنا انصار میں اذان حبشہ میں امانت ازد (یمن) میں ہے۔"

ترمذی شریف حدیث نمبر 1871 محمد بن بشار، عبدالرحمٰن بن مہدی، معاویہ بن صالح ابی مریم انصاری سے اسی کے ہم معنی مذکور ہے لیکن مرفوع نہیں ہے۔۔ یہ زید بن حباب سے اصح ہے۔

ترمذی شریف حدیث نمبر 1872: عبدالقدوس بن محمد عطار، صالح بن عبدالکبیر بن شعیب، عبدالسلام بن شعیب بواسطہ والد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ازد (یمن والے) زمین پر اللہ کے مددگار ہیں لوگ چاہتے ہیں کہ انہیں گرا دیں لیکن اللہ ان کو بلند کرنا چاہتا ہے اور لوگوں پر یقیناً ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی کہے گا کاش میرا باپ ازدی ہوتا۔ کاش میری ماں ازدی ہوتی۔'' یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو اسی طریق سے پہنچاتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی اسناد کے ساتھ یہ حدیث موقوف بھی مروی ہے یہ ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

ترمذی شریف حدیث نمبر 1873: عبدالقدوس بن محمد عطار، محمد بن کثر، مہدی بن میمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ازدیوں سے نہیں تو آدمیوں میں سے نہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

''خدایا ہمیں ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرما اور ہمیں ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرما۔''

یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے نجد کے بارے میں بھی دعا فرمایئے تاکہ ہمیں اس علاقہ کی طرف سے بھی برکت حاصل ہو لیکن حضور ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی۔ خدایا ہمیں شام میں برکت عطا فرما۔ خدایا ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد کے

بارے میں بھی (یہی دعا فرمایئے) راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ (تیسری بار) آنحضرت ﷺ نے (پھر انہی الفاظ میں دعا کی۔ اور نجد کے بارے میں) فرمایا! وہاں زلزلے ہوں گے۔ فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے (شرح مشکوٰۃ مظاہر حق جدید)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے یمن کی سمت نظر اٹھائی اور یوں دعا فرمائی:

"خدایا اہل یمن کے دلوں کو متوجہ فرما۔ ہمارے صاع اور مد (وزن کے پیمانے) میں ہمارے لیے برکت عطا فرما۔" (رواہ ترمذی)

مظاہر حق جدید جلد پنجم میں علامہ نواب قطب الدین خاں دہلوی نے اس حدیث کی شرح یوں فرمائی ہے کہ صاع اور مد اس وقت کے (وزن) کے پیمانوں کے نام ہیں جن کے ذریعے غلہ کا لین دین ہوتا تھا صاع میں تقریباً تین سیر (سوا تین کلوگرام) غلہ آتا تھا اور مد میں ایک چوتھائی۔ یہاں صاع اور مد سے مراد غلہ میں برکت ہے۔ تورپشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کی وضاحت یہ کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے حق میں دعا فرمائی کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے آئیں۔ چونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور آپ ﷺ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اتنے زیادہ لوگوں کے آجانے سے مدینہ کی معاشی حالت اور زیادہ تنگ وخستہ ہوسکتی ہے اس لیے آپ ﷺ نے اہل مدینہ کی غذائی ضرورت یعنی غلہ میں برکت کی دعا فرمائی تاکہ اہل مدینہ کو بھی معاش کی فراخی ہو اور ان لوگوں کو بھی جو ہجرت کر کے مدینہ آنے والے ہوں۔ اور اس طرح نہ تو اہل مدینہ نئے آنے والوں کی وجہ سے تنگ وپریشان ہوں اور نہ ان لوگوں کے لیے مدینہ کا قیام دشواری اور پریشانی کا سبب بنے جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔

ضیاء النبی جلد چہارم ص 698 پر ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ بخاری شریف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قبیلہ بنی تمیم کے چند افراد حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں فرمایا! اے بنی تمیم آپ کو بشارت ہو۔ انہوں نے کہا۔ آپ ﷺ نے ہمیں بشارت دی ہے تو مال و دولت بھی دیجئے۔ ان کی اس مادہ پرست ذہنیت کے پیشِ نظر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی رنگت تبدیل ہوگئی۔ کچھ دیر بعد اہل یمن کا ایک وفد آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے بنی تمیم کو بشارت دی لیکن انہوں نے اس بشارت کو قبول نہیں کیا۔ میں اب تمہیں بشارت دیتا ہوں۔ تم اسے قبول کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بصد شوق حضور کی دی ہوئی بشارت قبول کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں بتایئے کہ اس کائنات کی تخلیق کی ابتدا کیسے ہوئی؟ فرمایا کہ پہلے صرف اللہ کی ذاتِ مقدسہ ہی تھی اس کے علاوہ کوئی اور چیز موجود نہ تھی۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں تحریر کردیا ہے۔

یہ شرفِ قبولیت اس قدر ارزانی سے انہیں (اہل یمن) کیوں بخشا گیا؟ اس بارے میں شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کے اولین جاں نثار مدینہ منورہ کے دو قبائل اوس و خزرج تھے جن کا اصل وطن یمن تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کے اسلامی جذبہ کے باعث ان سے قلبی محبت تھی کیونکہ ان کا آبائی وطن یمن تھا۔ اس لیے حضور ﷺ کے قلب مبارک میں یمن کے خطہ اور اس میں بسنے والے تمام وہاں کے باشندوں کے لیے بڑی محبت کے جذبات موجزن تھے۔''

وفد ازد

علامہ ابوزہرہؒ نے ''خاتم النبیین'' میں لکھا ہے کہ یہ وفد دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ ان کی شکل و صورت اور صاف و پاکیزہ لباس کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی ہم ایماندار قوم ہیں۔ ان کا جواب سن کر آپ مسکرائے اور ان سے دریافت کیا کہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے اس قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہمارے قول و ایمان کی حقیقت وہ پندرہ

خصلتیں ہیں جن پر ہم عمل پیرا ہیں۔ ان میں پانچ وہ ہیں جو آپ ﷺ کے قاصدوں نے ہمیں سکھائی ہیں۔ پانچ وہ ہیں جو حضور ﷺ نے سکھائی ہیں اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت میں بھی عمل پیرا تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جو میرے قاصدوں نے سکھائی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ حضور ﷺ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، یوم قیامت پر اور تقدیر پر ایمان لائیں۔ پھر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جو تم نے مجھ سے سیکھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں، ماہِ صیام کے روزے رکھیں اور استطاعت ہو تو حج ادا کریں پھر حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن پر تم زمانہ جاہلیت پر عمل پیرا تھے۔ عرض کیا خوشحالی کے زمانہ میں شکر ادا کریں اور مصیبت کے زمانہ میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑیں اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہیں، دشمن سے مقابلہ کرتے وقت ثابت قدم رہیں اور دشمن کو اس کی مصیبت پر مطعون نہ کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”حُکَمَاءُ عُلَمَاءُ“ ”یہ بڑے دانشمند عالم ہیں۔“ پھر فرمایا میں پانچ خصلتوں کا مزید اضافہ کرتا ہوں تا کہ ان خصلتوں کی تعداد بیس ہو جائے۔

(1) اشیائے خوردنی کے ڈھیر نہ لگاؤ (ذخیرہ اندوزی نہ کرو) جنہیں تم کھاؤ گے نہیں۔

(2) بلا ضرورت مکان تعمیر نہ کرو جن میں تم نے سکونت پذیر نہ ہونا ہے۔

(3) ایسی چیز کے حصول میں سبقت نہ لے جاؤ جس سے کل تمہیں دستبردار ہونا ہے۔

(4) اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے اور جس کے روبرو تم کو پیش کیا جانا ہے۔

(5) اس چیز میں رغبت کرو جہاں تم نے جانا ہے اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

یہ ارشادات نبوی سن کر بنواز دوطن واپس چلے گئے۔ان وصایا پر وہ اللہ کی توفیق سے اور حضور اکرم ﷺ کی دعا و برکت سے عمل پیرا رہے۔

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں راقم ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بسا اوقات غروب آفتاب کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ شہر کے باہر تشریف لے جاتے تھے اور یمن کی جانب رخ فرما کر ارشاد فرمایا کرتے تھے:

اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسُ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ ط o

”مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔“

باب 3

فضائل ومناقب سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاداتِ نبوی

سید الابرار حضور اکرم ﷺ نے سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی میں ارشادات فرمائے ہیں جن کا تذکرہ احادیث کی کتب میں ملتا ہے۔ صحیح مسلم شریف باب ''اویس قرنی کی فضیلت'' اور مشکواۃ شریف کے باب ''ذکرِ یمن وشام'' اور ''ذکر اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' میں تحریر ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا يَّاتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ اَوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهُ اِلَّا مُوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِالدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْلَكُمْ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ اُوَيْسٌ وَّلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَسْتَغْفِرْلَكُمْ

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک شخص یمن سے آئے گا جس کا نام اویس ہوگا۔ وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ اس کے بدن میں سفیدی (برص کی بیماری) تھی۔ اس نے اللہ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن سے سفیدی کو ختم کر دیا۔ ہاں! ایک درہم یا ایک دینار کے برابر سفیدی رہ گئی۔ پس تم میں سے جو شخص اس (اویس) سے ملے اس کو چاہیے کہ ان سے اپنے لیے مغفرت کی

دعا کرائے۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تابعین میں بہتر شخص وہ ہے جس کا نام اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اس کی ایک ماں ہوگی اس کے بدن پر برص کا نشان ہے۔ پس تم اس سے دعائے مغفرت کرانا۔"

(مسلم و مشکوٰۃ)

2۔ صحیح مسلم شریف مین حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی امدادی فوج کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو بنو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا۔ وہ اچھا ہو گیا لیکن درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کر دے۔ پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کرانا، دعا کرانا میرے لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے (اویس) سے دعائے مغفرت کے لیے کہا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔

3۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ و مضر دو ایسے قبیلے تھے جو کثرت سے بھیڑیں پالتے تھے)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! "اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اصرار پر فرمایا کہ وہ اویس قرنی ہے۔"

4۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اویس احسان و مہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔

5۔ ابن سعد نے طبقات جلد پنجم ص 183 (اردو) پر لکھا ہے کہ سلام بن مسکین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا دوست اس امت

میں اویس قرنی ہے۔

6۔اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے کیسے دعا کرسکتا ہوں۔آپ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں (مجھے تو صحابیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا)۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''خیر التابعین ایک شخص ہے اس کو اویس کہا جاتا ہے۔''

7۔طبقات ابن سعد میں ہے کہ ''محمد ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ان سے ملے تو ان سے میری بخشش کی دعا کے لیے کہے۔''

8۔علامہ محمد اسلم جیراج پوری ''نوادرات'' میں ابن سعد کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ جنگ صفین میں ایک شامی نے (لشکر سے) نکل کر پکارا کہ کیا تم (کوفے والوں) میں اویس قرنی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ''ہاں'' اس نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ ''اویس قرنی تابعین میں سب سے بہتر ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور آ کر کوفیوں میں شامل ہو گیا۔

9۔نوادرات میں علامہ اسلم جیراجپوری نے لکھا ہے کہ حلیۃ الاولیاء میں ایک مرفوع حدیث درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عریانی کی وجہ سے مسجد میں نہیں آسکتے بوجہ اس کے کہ وہ فقراء کے سوال پر اپنے کپڑے بخش دیتے ہیں۔ان میں سے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرات بن حبان ہیں۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑوں کو خیرات کر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے حجرہ میں برہنہ بیٹھے رہتے تھے اور کوئی کپڑا ان کے پاس نہیں بچتا تھا جس کو پہن کر وہ جمعہ میں شریک ہو سکیں۔

10۔تذکرۃ الاولیاء باب دوم میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں حضور اکرم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ تحریر کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ روز محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں جو اویس قرنی کے شبیہ ہوں گے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا تا کہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لیے ریاضت وعبادت اختیار کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر روز محشر آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔

11۔ علامہ عبدالقادر اربلیؒ نے اپنی تصنیف "تفریح الخاطر" میں رقم کیا ہے کہ مقام قاب قوسین او ادنیٰ اور مقصد عند ملیک مقتدر پر نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو سر تا قدم کلیم نور میں چھپ کر آرام فرما رہا ہے۔ عرض کیا یا الٰہی یہ کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ستر سال کے بعد آرام کر رہا ہے اور فرمایا کہ میں اسے مخفی رکھوں۔

12۔ خواجہ فرید الدین عطارؒ تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

احبّ الاولیاء الی اللہ لا تقیاء الاخفیاء

"اولیاء میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب وہ ہیں جو پرہیزگار اور مخفی ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں تو یہ بات نہیں پائی جاتی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یمن میں اویس نامی ایک شتربان ہے اس کے قدم بقدم چلو گے تو یہ مرتبہ حاصل ہوگا۔"

باب 4

خیر التابعین حضرت اویس قرنی

حالات زندگی

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو غیروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھتا ہے اور محبت اپنی محبت کو بتقاضائے غیرت عوام پر ظاہر نہیں ہونے دیتا کیونکہ غیرت محبت کی صفت ہے۔ اولیاء کرام کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے خود کو عوام کی نظروں سے مستور و مخفی رکھا۔ یہی وہ اولیاء کرام ہیں جن کو ''اولیاء تحت قبا'' کہا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے (محبوب) بندوں میں سے برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ (ﷺ) فرمایئے وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اویس قرنی ہے۔''

اس حدیث پاک کی تائید قرآن پاک کی سورہ فاطر کی آیت نمبر 32 سے بھی ہوتی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ

''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا تھا۔ پس ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ رو ہیں اور بعض اللہ کی توفیق سے نیکیوں پر سبقت لے جانے والے ہیں۔''

ضیاء القرآن جلد چہارم ص 156 پر علی ابن طلحہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے متعلق قول نقل کیا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا گیا وہ حضور اکرم ﷺ کی امت ہے۔ امت میں پہلا گروہ وہ ہے جن سے غلطیاں سرزد ہو جاتی

ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں سستی ہو جاتی ہے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو میانہ رو ہیں جو فرائض ادا کرتے ہیں او محرمات کے قریب نہیں پھٹکتے لیکن مستحبات میں سستی کرتے ہیں اور بعض مکروہ چیزیں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ تیسرا گروہ ان پاکبازوں اور وفا شعاروں کا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی ہے۔ دنیا کی لذتوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ دُنیا کے مشاغل انہیں یادِ حق سے غافل نہیں کر سکتے۔ ہر نیک کام میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا سارا وقت سارا مال بلکہ ان کا دل و جان بھی رضائے جاناں پر قربان ہے اس تیسرے گروہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنھوں نے سنِ بلوغت سے قبل ہی دعوتِ حق کو قبول کر لیا تھا۔ اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بھی ان ہی پاکبازوں سے ہے جو دعوتِ اسلام سے قبل ہی طلبِ حق و ہدایت میں دوڑ کر آئے۔ اور خود ہی عہد میثاق کے متلاشی ہوئے۔

حضرت اویس قرنی بھی اسی گروہ میں شامل ہیں اگر رسول خدا ان کی تعریف نہ فرماتے اور پتہ نہ بتاتے تو آپ کو کون جانتا۔ آپ کی زندگی اس شان سے گذری کہ نہ کچھ چھوڑا اور نہ کچھ ساتھ لے گئے۔

حضرت اویس قرنی ظاہری نمود و نام اور اہلِ دنیا سے اختلاط سے بھاگتے تھے۔ ایک عالمِ مستی تھا جو ہر وقت چھایا رہتا تھا۔ ہمہ وقت ذکر و فکر، استغراق و محویت اور جذب و سکر کی کیفیت کا عالم ہوتا۔ آپ دنیا سے مخفی اور مستور الحال رہے یہی وجہ ہے کہ اپنے اور بیگانے آپ کو نہیں جانتے تھے۔ مستو الحالی کے باعث آپ کے حالاتِ زندگی سے لوگ کم آگاہ ہیں۔ اور آپ کے حالاتِ زندگی میں تضاد و اختلافات ہیں۔

نام

احادیث مبارکہ کے مطابق آپ کا نام اویس ہے۔ والد کا نام عامر اور والدہ کا نام بدار تھا۔ آپ کا تعلق مراد سے تھا جو قبیلہ بنو مدحج کی شاخ تھی اور آپ قحطانی النسل تھے۔ آپ

کے جدِ اعلیٰ کا نام قَرَن تھا اس لیے آپ کے نام کے ساتھ قَرَنی آتا ہے۔

قَرَنی کی وجہ تسمیہ

آپ کے قَرَنی کہلانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے جدِّ اعلیٰ کا نام قَرَن تھا۔ دوسرے آپ کا خاندان قَرَن نامی بستی میں رہتا تھا جو کہ یمن میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس بستی کی کھدائی شروع ہوئی تو گائے کا ایک سینگ برآمد ہوا۔ عربی زبان میں گائے کے سینگ کو قرن کہا جاتا ہے اس لیے یہ بستی یا گاؤں قرن کہلایا اور قرن کے قصبے کی نسبت سے آپ قَرَنی مشہور ہوئے قرن کا قصبہ جس سے آپ کی نسبت ہے یمن میں کہاں واقع تھا اور اس کا محلِ وقوع کیا تھا۔ اس بارے میں محققین خاموش ہیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء النبی جلد اول میں سلطنتِ معین کے دارالحکومت کا نام قرن تحریر کیا ہے۔ شاید یہ وہی قرن ہو۔ آپ کے نام کے ساتھ قرنی کی وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ آپ کے جسم مبارک پر بال بہت زیادہ تھے اس لیے انہیں قرنی کہا جاتا ہے۔

حسب ونسب

علمائے انساب نے آپ کا سلسلہ نسب دو طریقوں سے لکھا ہے۔

(1) اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو بن مُسعدہ بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد المرادی القرنی۔

(2) اویس بن عامر بن جز بن مالک بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد بن مالک بن مذحج بن زید۔

ولادت

آپ کو دربارِ نبوی سے غائبانہ طور پر ''خیر التابعین'' کا معزز لقب ملا تھا۔ آپ کو ''سید التابعین'' بھی کہا جاتا ہے آپ کے والد گرامی (عامر) آپ کی کمسنی میں ہی وفات پا گئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ (بدار) نابینا اور ضعیفہ تھیں جن کی خدمت میں آپ کی عمر کا زیادہ تر حصہ گزرا۔ بچپن سے ہی آپ نے شتربانی کا پیشہ اختیار کیا اور اس کا معاوضہ والدہ ماجدہ پر

صرف کرتے تھے۔ان سے جو بچ جاتا وہ راہِ خدا میں لٹا دیتے۔

آپ کی ولادت نشو ونما بچپن اور جوانی کے حالات اور مشاغل پردہ اخفا میں ہیں۔ان کے بارے میں لوگوں کو بہت کم معلومات ہیں۔

یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ حضرت اویس قَرَنی قَرَن نامی بستی کے رہنے والے تھے۔قَرَن کا قصبہ ملک یمن میں واقع ہے۔یمن اور قَرَن کے بارے میں پہلے ہی بحث کی جا چکی ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہ مرادُ سے تھا اور جائے سکونت ملک یمن اور قصبہ قَرَن میں تھی۔ اسی لیے آپ کو اویس القَرَنی المرادی اور یمنی کہا جاتا ہے۔

ذکر اویس کے مصنف نے صفحہ 46 پر عجائب البلدان کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے (یمن کے شہر) مخابندر کے باہر دریائے شور کے کنارے پر بہت ریاضت اور مجاہدہ کیا ہے۔شہر مخابندر ملک یمن میں شہر زبید سے تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔شہر زبید بھی بہت وسیع تھا۔اس میں بارہ ہزار مساجد تھیں۔اس شہر کے باہر بجانب شمال حضرت خواجہ اویس القرنی کا مزار مبارک ہے اور اسی جگہ آپ کا مکان بھی تھا۔اسی شہر میں رسول کریم ﷺ کا جُبّہ شریف بھی ہے۔اس شہر میں آپ نے اپنے دندانِ مبارک شہید کر کے دفن کیے تھے اور اسی جگہ ایک درخت پیدا ہو گیا تھا اور اس میں قسم قسم کے پھل لگتے تھے۔

احادیث مبارکہ سے آپ کا وطن مالوف یمن اور ابائی قصبہ قَرَن ثابت ہے اور یہی درست ہے تاہم ممکن ہے کسی وقت کسی وجہ سے آپ نے عمر کے کسی حصہ میں مخابندر شہر میں سکونت اختیار کر لی ہو کیوں کہ آپ لوگوں سے چھپتے پھرتے تھے اور جب بھی آپ کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہوتی تو آپ وہاں سے نقل مکانی کر جاتے تھے جیسا کہ آپ کچھ عرصہ کوفہ کے شہر میں بھی قیام پذیر رہے۔

حلیہ مبارک

سرورِ انبیاء ﷺ نے سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک ایک بات کی شناخت کرا دی تھی۔احادیث مبارکہ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔مسلم شریف

اور شرح مشکوٰۃ شریف ''مظاہر حق جدید''طبقات ابن سعد جلد ششم اور علامہ اسلم جیراج پوری نے ''نوادرات''میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعارف اور شناخت کے بارے میں احادیث کا حوالہ تفصیل سے دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''بالتحقیق اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان پاک نفس مخفی فرماں برداروں کو پسند کرتا ہے جن کے بال پریشان چہرے خاک آلود اور شکم بجز کسبِ حلال کے بھوکے اور لاغر رہتے ہیں۔ وہ ایسے لاپرواہ ہوتے ہیں کہ اگر بادشاہ بھی ملے اور ان سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اجازت نہ دیں۔ اگر مالدار عورتیں نکاح کرنا چاہیں تو وہ نکاح نہ کریں۔ اگر غائب ہو جائیں تو کوئی ان کو تلاش نہ کر سکے۔ اگر مر جائیں تو کوئی ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر ہوں تو کوئی ان کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا۔ بیمار ہوں تو کوئی ان کی عیادت نہیں کرتا۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اویس قرنی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اویس قرنی کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بھورے بالوں والا سرمگیں چشم ہے۔ راست قد، برکشا، رنگ سرخی مائل ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی، نظر نیچی، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ اور اپنے نفس پر روتا ہے۔ دو سے تیسرا لباس نہیں۔ ایک گلیمی تہہ بند اور ایک گلیمی ردا۔ زمین میں گم نام ہے مگر آسمان میں مشہور۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کو ضرور پوری کر دے۔ ہاں! یاد رکھو اس کے مونڈھے کے نیچے ایک چمکتی ہوئی سفیدی (برص) ہے۔

قیامت کے دن جب نیک بندوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں جاؤ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا ٹھہر جاؤ اور سفارش کرو۔ اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر جتنے لوگوں کو بخش دے گا۔

"اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تم اس سے ملنا تو درخواست کرنا کہ تمہارے لیے وہ مغفرت کی دعا کرے۔"

حرم بن حیان ایک صاحب دل تابعی اور حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کا تذکرہ سیرت صحابہ جلد 3 ص 49 (از شاہ معین الدین ندوی) اور طبقات ابن سعد حصہ ششم ص 181 (اردو)

اس طرح کیا گیا ہے:

"ابن حیان (یا حبان) کہتے ہیں کہ میں اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے شوق میں کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارے پہنچا دیکھا ایک شخص تنہا بیٹھا نصف نہار کے وقت دریا کے کنارے پر وضو کر رہا ہے اور کپڑے دھو رہا ہے۔ میں اویس کے اوصاف سن چکا تھا اس لیے فوراً پہچان گیا۔ وہ فربہ اندام تھے۔ رنگ گندم گوں تھا۔ بدن پر بال زیادہ تھے۔ سر منڈا ہوا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر صوف کا ازار (پاجامہ) اور صوف کی ایک چادر تھی چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا۔"

فرمان نبوی اور تابعی ابن حبان کے مطابق حضرت اویس کا حلیہ مبارک یہ تھا۔

* رنگ گندم گوں بروایت دیگر بسرخی مائل
* دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ
* آنکھیں نیلگوں مگر سرمگیں
* قد درمیانہ
* ٹھوڑی سینہ سے لگی ہوئی
* نظریں نیچی سجدہ گاہ پر جمی ہوئیں
* دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے
* قرآن کی تلاوت کرتا ہوگا اور اپنے اوپر روتا ہوگا
* لباس دو کپڑوں پر مشتمل ایک پشمی پاجامہ اور ایک پشمی ردا

* دنیا میں گمنام
* آسمان پر مشہور
* قسم کھائے تو اللہ اس کو سچ کر دے
* بائیں کندھے تلے برص کا سفید نشان

روز محشر نیکوکاروں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا لیکن حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا کہ ٹھہر جاؤ لوگوں کی شفاعت کرو۔ پھر اللہ ربیعہ اور مضر قبیلوں کے افراد کی تعداد کے برابر لوگوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول کرے گا۔

تعلیم وتربیت اور قبولِ دینِ حق

مقربینِ خدا اس کے برگزیدہ ومنتخب بندگان تحتِ قبا کا مصداقات گروہِ اولیاء کرام جن کو قرآن میں سابق الخیرات کا لقب دیا گیا ہے کی تربیت وتعلیم خدا غائبانہ ذرائع سے فرماتا ہے۔ خداوند قدوس ان مطہر پاکباز اور پاکیزہ ارواح کا خود نگہبان محافظ اور پشتیبان ہے تاکہ رجزِ شیطان اور نجاستِ کفروشرک اور خبائثِ خاص وعام ان پاکبازوں اور وفا شعاروں کے نزدیک پھٹکنے نہ پائیں۔ ذات باری تعالیٰ انبیاء کرام کی تعلیم وتربیت اور ان کی نگہبانی کا بندوبست اس سے پہلے ہی کر دیتے ہیں جبکہ وہ اپنی ماؤں کے رحم میں بھی منتقل نہیں ہوتے۔ اولیاء کرام شکمِ مادر میں ہی ولی ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی تعلیم وتربیت نادیدہ اور غیر مرئی ذرائع سے کرتا ہے۔ افلاطون اگر آج سے ہزاروں سال پہلے اپنے شاگردوں سے TELEPETHY (دماغی اور ذہنی ربط) کے ذریعے پانچ سومیل (750 کلومیٹر) کے فاصلے پر رابطہ کرسکتا ہے تو خدا جو قادرِ مطلق ہے اپنے انبیاء اور اولیاء سے براہِ راست رابطہ کرنے پر کیونکر قادر نہیں ہوسکتا۔ قادرِ مطلق کی صفت تو یہ ہے کہ

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

"بے شک حکم اس کا ہے جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا

تو وہ ہو جاتی ہے۔'' (یٰسین:82)

آج کا انسان علوم سائنس (جس کا منبع قرآن ہے) کے بل بوتے پر ٹیلی کمیونیکیشن (Tele- communication) کے ذریعے ہزاروں میل دور بیٹھ کر دوسرے انسانوں سے رابطہ قائم کر سکتا ہے ریڈیو ٹیلی ویژن ٹیلیفون وائرلیس ٹیلی پرنٹر فیکس اور انٹرنیٹ کی ایجادات نے دنیا کو گلوبل ویلج بنا دیا ہے۔ انسان نے تو خلائی تسخیر کے پروگرام کے تحت خلا میں چھوڑے ہوئے سیاروں کے ذریعے اہل زمین کو کائنات کے کونے کونے سے تصاویر اور معلومات حاصل کرنے کا مربوط اور مسلسل نظام دریافت کر لیا ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ کیا انسان کمپیوٹر اور ٹیلی کمیونی کیشن کے ذریعے رابطے اور تعلیم و تربیت کا کام نہیں لے رہا؟ قرآن میں آتا ہے کہ انسان کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے خصوصاً روح کے بارے میں صرف اتنا کہہ کر اس باب کو بند کر دیا گیا ہے'' یہ امر ربی ہے۔''

انسان جسے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اس نے علمِ طبیعات کا مطالعہ کر کے مادے (Matter) اور انرجی (Energy) کو ایک دوسرے میں تبدیل (Convert) کرنے کا فارمولا دریافت کر کے کتنے سربستہ رازوں کو منکشف کر لیا ہے۔

برقی مقناطیسی لہروں (Electro-Magnatic Waves) اور ان کی مختلف قسم کی شعاعوں مثلاً X-Rays اور لیزر شعاعوں کی دریافت نے انسان کے کتنے مسائل حل کر دیے ہیں۔ یہ تو علمِ طبیعات (فزکس) کے کمالات ہیں لیکن خدا جو تمام کائنات کا خالق تمام علوم کا سرچشمہ اور بے پناہ قوت (Energy) کا مالک ہے کے مقابلے میں اس کی مخلوق انسان اور اس کے تھوڑے سے علم کی کیا حیثیت ہے؟ صرف علمِ طبیعات کے ماہر کے اتنے کمالات ہیں تو ذرا سوچیے خدا کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرام اور اولیاء کرام جو دنیاوی علوم اور خصوصاً علوم مابعد الطبیعات کے ماہرین ہیں خدا اور ان کے درمیان حجابات اور فاصلے کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے پھر محبوبانِ خداوند کریم کے مابین حجابات اور فاصلے کے کیا معنی اور ضرورت رہ جاتی ہے۔

سابق الخیرات حضرت اویس القرنی کی تعلیم وتربیت کا جہاں تک سوال ہے یہ ایک سربستہ راز ہے جو منشاء خداوند کریم کے تحت پوشیدہ ومخفی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح آپ کے قبولِ حق (اسلام) کا واقعہ بھی ایک راز ہے۔ اگرچہ آپ نے ظاہری تعلیم حاصل نہ کی لیکن سرورِ دو عالم ﷺ کی عقیدت ومحبت کے روحانی توصل سے نہ صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے تربیت یافتہ تھے بلکہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں آپ کو مرتبہء محبوبیت بھی حاصل تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی غائبانہ تصدیقِ قلبی اور حرارتِ ایمانی نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب وروح میں والہانہ عشق کی آگ بھڑکا دی۔ اسی عشق نے آپ کو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کر دیا تھا۔ عشق کی یہ آگ دونوں طرف محبّ اور محبوب کو ماہی بے آب کی طرح ہر وقت بے چین اور بے قرار کیے رکھتی۔ ایک طرف حضرت اویس قرنی یادِ محبوب میں حضور اکرم ﷺ کے احوال کی جستجو میں رہتے اور ہر وقت سنتِ مصطفوی ﷺ پر چلنے کی کوشش کرتے۔ عشق ومحبت میں ایسے جذب کہ غلبہء استغراق کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی۔ دوسری طرف (محبوب ﷺ) سرور کائنات ﷺ کی یہ حالت کہ وفورِ شوق میں اپنے پیراہن کے بند کھول کر سینہء مبارک بطرف یمن کر کے فرماتے:

اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفْسُ الرَّحْمٰنِ مِنْ قَبْلِ الْیَمَنِ

ترجمہ:۔ مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمٰن کی بو آتی ہے یہ موضوع بہت طویل ہے احادیث مبارکہ میں اس موضوع سے متعلق لطیف ارشادات پائے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ آگے چل کر مناسب موقع پر اس موضوع پر تفصیلی بحث ہوگی۔

خورد وطعام

جب تک آپ کی والدہ ماجدہ زندہ رہیں شتربانی کے معاوضہ سے والدہ اور اپنی گزر اوقات کرتے رہے۔ انہوں نے مفلسی اور خستہ حالی میں زندگی بسر کی۔ دنیا سے ان کو نفرت تھی صبح کی اذان کے وقت گھر سے نکل جاتے اور نمازِ عشاء کے وقت گھر تشریف لاتے۔

واپسی پر راستے سے چھوہاروں کی گٹھلیاں چن کر لاتے اور انہیں کھالیا کرتے۔ بس یہی ان کی غذا تھی۔ کبھی معمولی قسم کے چھوہارے مل جاتے تو ان سے افطار کر لیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ گٹھلیاں بیچ کر افطار کے لیے چھوہارے خرید لیتے۔ علامہ طاہر القادری نے ''تذکرے اور صحبتیں'' میں ص 36 پر اور پیر محمد کرم شاہ نے ضیاء النبی جلد پنجم ص 570 پر لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میدانِ عرفات میں ہوئی تو آپ کو حضور اکرم ﷺ کا سلام پہنچایا اور دعائے مغفرت سے فارغ ہوئے تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خستہ حالی کے پیشِ نظر فرمایا۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں تاکہ میں آپ کے لیے کچھ زادِ راہ لے آؤں۔ تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جیب سے دو درہم نکال کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائے اور کہا! یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے۔ اگر آپ یہ ضمانت دے دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ کا جو جی چاہے لے آیئے۔ ورنہ یہ دو درہم میرے لیے کافی ہیں۔

آپ کبھی کبھی جو کی سوکھی روٹی کھجور کے شیرہ کے ساتھ کھا کر گذارہ کر لیتے تھے۔ پیٹ کے کھانے اور بدن کے کپڑوں کے سوا کچھ پاس نہیں رکھتے تھے۔ فرماتے ''خدایا میں تجھ سے بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کی معذرت چاہتا ہوں۔ غذا جو میرے پیٹ میں ہے اور لباس جو میرے جسم پر ہے کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔''

جو کچھ دانہ پانی اور کپڑا بچ جاتا سب خیرات کر دیتے تھے اور بارگاہ الٰہی میں دعا فرماتے کہ یاالٰہی اگر کوئی بھوکا ننگا مر جائے تو مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔

طبقات ابن سعد میں حرم بن حبان کا بیان ہے کہ میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنے کوفہ گیا۔ میں نے کہا ''اویس! اللہ آپ پر رحمت نازل کرے اور آپ کی مغفرت کرے یہ آپ کا کیا حال ہے؟ ان کی ظاہری خستہ حالت دیکھ کر میرے آنسو نکل پڑے اور مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رو پڑے۔''

بود و باش اور عزلت نشینی

آپ عشق اور محبت کا وہ پیکر اُتم ہیں جنہیں سرکار دو عالم ﷺ کی قربت و حضوری دور رہ کر بھی میسر تھی۔ فرطِ محبت میں جنوں کا یہ حال ہو گیا کہ دیوانوں کی طرح ننگے پاؤں گلیوں میں پھرتے تھے۔ پریشان اور خستہ حال دیکھ کر لڑکے مجنوں دیوانہ سمجھتے اور پتھر مارتے جن سے خون بہنے لگتا۔ ایک روز آپ رک گئے اور بچوں سے فرمانے لگے:

"مجھے بڑے پتھروں سے نہیں بلکہ چھوٹے پتھروں سے مارا کرو۔"

ان میں سے کسی نے کہا! اویس! کیا تمہارے دعویٰ عشق کی یہی حقیقت ہے کہ بڑے پتھروں کی تکلیف سے خوفزدہ ہو گئے؟ آپ یہ سن کر فرمانے لگے۔ میں بڑے پتھروں سے نہیں ڈرتا بلکہ بات یہ ہے کہ ان سے خون بہنے لگتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے اور میں بے وضو یادِ الٰہی نہیں کر سکتا۔ (تذکرے اور صحبتیں)

آپ ایک پرانے اور شکستہ مکان میں رہائش رکھتے تھے اکثر اوقات جنگل میں گزارتے اور لوگوں سے بہت کم ملتے۔ کوڑیوں سے چیتھڑے اٹھا لاتے اور انہیں دھو کر اور جوڑ کر خرقہ سی لیا کرتے یہی آپ کا پہناوا تھا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک پاجامہ (گلیمی ازار) اور اونٹ کے بالوں کا ایک کمبل (گلیمی ردا) تھا۔

مظاہرِ حق جدید (شرح مشکوٰۃ شریف اردو) میں ایک روایت میں سعید بن میسّب نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ایک سال حج کے موقع پر خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ قرن کو پکارا اور پوچھا کیا قرن میں اویس نام کا آدمی ہے۔ اہلِ قرن میں سے ایک معمر شخص نے اٹھ کر جواب دیا:

"ہم لوگوں میں رہنے والا اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ ہاں! ایک دیوانہ صفت کا نام اویس ضرور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے نہ کوئی اس کے ساتھ الفت و موانست رکھتا ہے اور نہ

وہ کسی کے ساتھ صحبت واختلاط کا روادار ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بس وہی شخص میرا مطلوب ہے۔ جب تم واپس قرن جاؤ تو اس شخص کو تلاش کر کے اس کو میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تیرے تئیں خوشخبری دی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تجھ تک رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچادوں چنانچہ وہ لوگ قرن پہنچے تو اویس کو تلاش کیا۔ وہ ریگستان میں پڑے ہوئے پائے گئے۔ ان لوگوں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام اور ان کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ امیر المؤمنین نے میرا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دی۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے اور شہرت واختلاط کو ناپسند کرتے تھے۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کی ایک ایک علامت بتادی تھی اور ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو تو ان کو میرا اسلام کہنا اور اپنے لیے دعائے مغفرت اور امت کے لیے بخشش کی دعا کرانا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال تک بروایت دیگر بیس سال تک آپ کا انتظار اور جستجو کرتے رہے۔ دائرہ معارفِ اسلامی (پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں 17ھ کے بعد بروایت دیگر آپ کی خلافت کے آخری سال (23ھ) سے پہلے حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول خدا ﷺ کا سلام پہنچایا اور ان سے امت کے لیے بخشش کی دعا کرائی اور فارغ ہو کر فرمایا اپنی جیب یا (بیت المال) کے عطیہ سے کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"یہ دو پھٹے پرانے کپڑے میرے پاس ہیں۔ میری دونوں پاپوشیں (جوتیاں) گانٹھ دی گئی ہیں۔ چار درہم میرے پاس ہیں جب یہ اثاثہ ختم ہو جائے گا تو عطیہ قبول کر لوں گا۔"
(بحوالہ مظاہر حق جدید روایت از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مولانا شاہ معین احمد ندوی نے سیر الصحابہ باب تابعین جلد 13 ص 57 پر لکھا ہے کہ آپ فنا کے اس درجہ پر تھے جہاں شہرت نمود اور اہل دنیا سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے شہرت اور ناموری سے بھاگتے تھے۔ آپ کی خستہ حالی کے پیشِ نظر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چاہا کہ والیٔ کوفہ کے نام خط لکھ کر آپ کا تعارف کرا کے آپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کر دیں مگر آپ نے منظور نہ کیا اور جواب دیا میں زمرہ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں۔ یہی الفاظ مسلم شریف میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دس سال تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش و جستجو نہ کی۔ پھر ایک سال حج کے دوران اہل یمن کو پکارا کہ تم میں جو قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہوں کھڑے ہو جائیں۔ جب وہ لوگ کھڑے ہو گئے تو پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص اویس نام کا ہے۔ ان میں سے ایک شخص بولا کہ اے امیر المؤمنین ہمیں نہیں معلوم آپ کس اویس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ہاں! میرا ایک بھتیجا ہے جس کو لوگ اویس کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ اس درجہ کا پست اور بے حیثیت انسان ہے کہ آپ جیسی ہستی کو اس سے کیا سروکار ہو گا۔ آپ نے پوچھا کیا وہ حدود حرم میں موجود ہے؟ اس نے کہا "میدان عرفات سے متعلق اراک کی جھاڑیوں میں لوگوں کے اونٹ چرا رہا ہے۔" گویا حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حیثیت اور شخصیت چھپانے کے لیے لوگوں کے اونٹ چرا رہے تھے تا کہ ان کو ایک چرواہے سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ (مظاہر حق جدید)

صمصہ بن معاویہ کی روایت ہے کہ اہل کوفہ کا جب بھی کوئی قافلہ آتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پوچھتے تم میں سے کوئی اویس قرنی ہے اہل قافلہ جواب دیتے ہم میں کوئی

اس نام کے شخص کو نہیں جانتا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی ایک مسجد میں پڑے رہتے تھے وہاں سے نہ نکلتے تھے اور نہ کسی سے کچھ تعارف رکھتے تھے۔ ان کا ایک چچازاد بھائی تھا جو ان کو ستایا کرتا تھا۔ اتفاقاً اہل کوفہ کے قافلہ میں وہ بھی تھا۔ اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دریافت کیا۔ وہ بولا اے امیر المومنین! اویس اس درجہ کا آدمی نہیں ہے کہ آپ اس کے بارے میں پوچھیں اور اس کا تعارف حاصل کریں۔ وہ تو نہایت کم تر اور بے حیثیت آدمی ہے اگر چہ وہ میرا چچازاد ہے۔ (مظاہر حق جدید)

اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ کوفہ میں ہم ایک محدث سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے، درس کے اختتام پر لوگ منتشر ہو جاتے مگر ایک مختصر گروہ وہیں رہ جاتا۔ ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو بڑی پُر حکمت اور اسرار و رموز کی باتیں کرتا۔ کچھ دن وہ مجلسِ درس سے غیر حاضر رہا تو میں نے سوچا شاید وہ بیمار ہو۔ ایک آدمی کو لے کر ہم اس کے مکان پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر تشریف لائے تو ہم نے پوچھا آپ ہم سے کیوں چھپتے اور کنارا کش رہتے ہیں۔ فرمایا میں ننگا ہوں۔ میں نے کہا لیجئے یہ میری چادر اوڑھ لیجئے۔ انہوں نے چادر واپس کر دی۔ میں نے اصرار کیا تو کہا اگر میں آپ کی چادر کو اوڑھ لوں تو میرے ہم قوم دیکھ لیں تو کہیں گے اس ریاکار کو دیکھو اس آدمی کے ساتھ چمٹ گیا ہے۔ اور دھوکہ دے کر اس کی چادر لے لی۔ لیکن میں نے اصرار کر کے چادر اسے دے ہی دی اور کہا چلو ہمارے ساتھ دیکھیں وہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ وہ چادر اوڑھ کر ہمارے ساتھ ہو لیے۔ جیسے ہی ایک مجمع کے سامنے سے گزرے تو لوگوں نے کہا۔ ذرا اس ریاکار کو دیکھو اس شخص کو چمٹا رہا اور اس کی چادر لے لی۔ یہ الفاظ سن کر میں نے لوگوں کو کہا۔ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ تم اسے ہر حالت میں تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بناتے ہو۔ آخر تم اس اللہ کے بندے سے چاہتے کیا ہو۔ اس کو کیوں ایذا دیتے ہو جب وہ ننگے ہوتے ہیں تو بھی مذاق اڑاتے ہو اور جب چادر اوڑھ لیتے ہیں تو تب ریاکاری کا الزام لگاتے ہو۔ میں نے اس طرح ان کو بہت ڈانٹا اور بُرا بھلا

کہا۔انہوں نے چادر لینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے خود با اصرار ان کو چادر دی ہے تو تم اس کو ریا کار ٹھہراتے ہو۔ (طبقات ابن سعد)

طبقات ابن سعد اور سیر الصحابہ جلد 13 ص 58 پر اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی مجھے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے۔ وہ دو رکعات تمام کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''آپ لوگوں کا بھی میرے ساتھ عجب معاملہ ہے۔آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں۔ میں ایک ضعیف انسان ہوں۔ میری بہت سی ضروریات ہیں جنہیں میں آپ کی وجہ سے پوری نہیں کر سکتا۔آپ لوگ ایسا نہ کیجئے۔خدا آپ پر رحم کرے۔اگر آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو عشاء کے بعد مل لیا کریں۔''

مجاہدات وریاضت

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راہ سلوک میں بڑے بڑے مجاہدات کیے۔ آپ کو اصلاحِ نفس تزکیہ روح اور مجاہدات وریاضت سے فرصت نہ ملتی تھی۔ ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی۔شاہ معین الدین احمد ندوی نے ابن عساکر کے حوالے سے سیر الصحابہ جلد 13 ص 55 پر لکھا ہے کہ آپ رات قیام میں گذارتے دوسری شب رکوع میں اور تیسری شب سجدہ میں گذار دیتے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ دراز راتیں ایک حالت میں گذار دیں۔فرمایا دراز راتیں کہاں ہیں؟ کاش ازل سے ابد تک ایک رات ہوتی جس سے ایک سجدہ کر کے گریہ بسیار کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔ افسوس کہ راتیں اتنی چھوٹی ہیں کہ صرف ایک دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے پاتا ہوں کہ دن ہو جاتا ہے۔

اکثر رات کے ساتھ دن بھی عبادت میں ہی گذر جاتا تھا۔تابعی حضرت ربی بن خثیم کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ وہ فجر کی نماز میں مشغول ہیں۔ میں اس خیال سے کہ ان کی تسبیح وتہلیل میں حارج نہ ہوں اس سے

فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ظہر کی نماز تک برابر مشغول رہے۔ پھر ظہر سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک یہی حال رہا۔ میں نے سوچا کہ مغرب کے بعد شاید افطار کے لیے جائیں لیکن وہ برابر عشاء تک مشغول رہے۔ پھر عشاء سے صبح تک یہی کیفیت رہی۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد نیند کا کچھ غلبہ ہوا لیکن پھر مستعد ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ تین شب اور تین دن برابر مصروف عبادت رہے۔ اور دعا کی "خدایا سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں"

یہ حال دیکھ کر میں نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس قدر کافی ہے آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو کھجور کی گٹھلیاں چن کر فروخت کرتے اور ان کی قیمت سے قوتِ لایموت حاصل کرتے۔ اگر خشک خرما مل جاتا تو اس کو افطار کے لیے رکھ لیتے۔ اگر زیادہ مقدار میں مل جاتا تو گٹھلیاں بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دیتے۔

ذکر کی تاثیر

حضرت اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے حلقہ ذکر میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہوا کرتے تھے مگر دلوں پر سب سے زیادہ اثر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کا ہوا کرتا۔

ظاہری نمود و نمائش اور شہرت انہیں سخت ناپسند اور ناگوار تھی۔ اہلِ دنیا کے اختلاط سے بھاگتے تھے۔ ایک عالمِ مستی تھا جو ہر وقت چھایا رہتا تھا۔ بعض ظاہر بیں آنکھیں انہیں ریاکار سمجھتیں۔ لوگ آپ کا تمسخر اڑاتے تو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔

شہرت سے اجتناب

آپ اپنے آپ کو پوشیدہ اور مخفی رکھتے تھے۔ فجر کی اذان سے عشاء کی اذان تک گھر سے غائب رہتے تمام دن ریگستان اور جنگل میں گذار دیتے۔ آپ جس گھر میں سکونت پذیر تھے وہ شکستہ اور پرانا تھا۔ حضرت ہرم بن حبان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ نبی

کریم کی کوئی حدیث بیان کروتا کہ میں اس کو یاد رکھوں آپ نے فرمایا:

"مجھے (نبی ﷺ کا) دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ہاں! ان لوگوں سے ملا ہوں جو آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ اور ان کے توسط سے وہ حدیثیں بھی سنیں جو تم لوگ سنتے ہو لیکن میں محدث نہیں اور نہ قاضی و مفتی بننا چاہتا ہوں مجھے میرے نفس کا شغل ہی بہت ہے۔"

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی و مظاہر حق جدید)

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قرن سے ملاقات کی اور حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں استفسار کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب واپس قرن جاؤ تو اس شخص (اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تلاش کر کے میرا سلام اس کو پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے تیئں خوشخبری دی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم تک رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچاؤں۔ چنانچہ جب اہل قرن واپس قرن گئے تو انہوں نے اویس کو تلاش کیا۔ وہ ریگستان میں پڑے ہوئے پائے گئے لوگوں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام اور ان کے توسط سے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا تو فرمایا:

"امیر المؤمنین نے تو میرے نام کا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دے دی" (مظاہر حق جدید)

خوفِ الٰہی

حضرت اویس ہر وقت یادِ الٰہی میں محو رہتے اور خدا کے خوف کا ان پر غلبہ رہتا۔ ایک بار ہرم بن حبان کی ان سے ملاقات ہوئی تو ہرم بن حبان نے آپ سے حدیث کی روایت کے لیے عرض کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا پھر قرآن کی تلاوت کے لیے عرض کیا تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرات کے کنارے چلے گئے اور کہا۔

"میرے رب کا قول ہے اور اسی کا قول حق ہے۔ میرے رب کی حدیث ہے اور اسی کی حدیث سچی ہے۔ میرے رب کا کلام ہے اور اسی کا کلام بہتر ہے۔" ہرم کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور بہت روئے۔ اور فرمایا اللہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

''ہم نے زمین وآسمان کو حق کے واسطے پیدا کیا ان میں سے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے اور وہ غافل ہیں اور تحقیق ایک دن وہ ہوگا کہ حق باطل سے جدا ہو جائے گا اور سب لوگ جمع ہوں گے۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ نہ کسی دوست کی دوستی فائدہ دے گی اور نہ ہی عذاب سے بچائے گی اور نہ ہی کوئی دوست کسی دوست کی مدد کر سکے گا سوائے ان لوگوں کے جن سے حق تعالیٰ خوش ہوگا اور وہ مومن ہوں گے اور لوگ البتہ شفاعت کے ذریعے مدد کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور مہربان ہے۔'' (دخان:38 تا 42)

حضرت ہرم بیان کرتے ہیں کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ o بروایتِ دیگر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ (سیر الصحابہ ج 13)

علوم ظاہری و باطنی

آپ کے کمالات کا منبع و سرچشمہ سینۂ قرطاس کی بجائے صحیفۂ قلب تھا۔ آپ کی ذاتِ گرامی علوم باطن کا سرچشمہ اور تصوف کا مرجع تھی۔ آپ نے اگرچہ ظاہری علوم کے حصول کے لیے باقاعدہ کسی کی تلمیذ اختیار نہ کی تھی لیکن آپ پھر بھی علومِ ظاہری سے بیگانہ نہ تھے آپ کی ذات علومِ باطنی کے ساتھ علومِ ظاہری کی بھی جامع تھی آپ کو علم القرآن اور علم الحدیث پر بھی عبور حاصل تھا گو آپ کی ذات جملہ فضائل و کمالات کی جامع تھی تاہم یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ علمائے ظاہر کے زمرہ میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ آپ کو تزکیہ نفس و روح اور مجاہدات و ریاضت سے فرصت نہ

ملتی تھی۔ دوسرے عدم شہرت پسندی کے باعث آپ عزلت نشینی کو ترک کر کے مسندِ علم پر بیٹھ کر مفتی یا محدث کہلانے کے قائل نہ تھے۔ پھر بھی کوفہ میں قیام کے دوران بقول اسیر بن جابر آپ جامع کوفہ میں ایک محدث کے حلقہء درسِ حدیث میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اس مجلس حدیث کے اختتام پر حلقہ ذکر کی ایک مخصوص نشست میں بھی آپ چند اہلِ علم کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

امر بالمعروف

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی سیر الصحابہ جلد 13 ص 58 پر مستدرک کے حوالے سے خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں راقم ہیں کہ عزلت پسندی اور گوشہ نشینی کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے کبھی بیگانہ نہ ہوئے اور اس کی ادائیگی میں فعال رہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے دشمن ہو جاتے۔

ابو الاحوص روایت کرتے ہیں کہ "میرے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور سلام کے بعد پوچھا کہ اویس تمہارا کیا حال ہے۔ فرمایا الحمدللہ۔ پھر پوچھا زمانہ کا تمہارے ساتھ کیا طرزِ عمل ہے۔ فرمایا یہ سوال اس سے کرتے ہو جس کو شام کے بعد صبح ملنے کا یقین نہیں اور صبح کو شام کے ملنے کی امید نہیں۔ میرے مرادی بھائی موت نے کسی شخص کے لیے خوشی کا محل باقی ہی نہیں رکھا۔ مرادی بھائی خدا کے عرفان میں مومن کے لیے سونے چاندی کی کوئی قیمت نہیں رکھی۔ مرادی بھائی خدا کے کاموں میں مومن کے فرض کی ادائیگی نے ان کا کوئی دوست نہیں چھوڑا ہے۔ خدا کی قسم! چونکہ ہم لوگ لوگوں کو اچھے کاموں کی تلقین کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اس لیے انہوں نے ہم کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ ہم پر تہمتیں رکھتے ہیں لیکن خدا کی قسم ان کا یہ رویہ مجھ کو حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا۔"

فرماتے تھے خدا کے کاموں میں ایسے رہو گویا تم نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا ہے۔ لوگوں کے لیے غائبانہ دعا کرنا ان کی ملاقات سے بہتر ہے کیونکہ اس میں کبھی نمائش اور ریا پیدا ہو جاتا ہے۔

تقویٰ

آپ تقویٰ اور پرہیزگاری کے پیکر تھے۔تقویٰ وطہارت کا یہ عالم تھا کہ تین دن اور تین راتیں نہ کھایا اور نہ پیا۔راستے میں پیاز اور کھانے والی چیز کی ڈلی پڑی ہوئی ملی۔اسے کھانا ہی چاہتے تھے کہ فوراً خیال آیا کہ حرام نہ ہو۔اسی وقت پھینک کر چل دیئے لیکن رازقِ مطلق نے غیب سے طعامِ بہشت کا بندوبست کردیا۔

شوقِ جہاد

اگرچہ آپ گمنامی کی خاطر گوشہء عزلت سے باہر بہت کم قدم نکالتے تھے لیکن شرفِ جہاد کے حصول کے لیے میدان جہاد میں کودنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔اگرچہ صحیح مسلم شریف میں اس کی تصریح نہیں کی گئی لیکن قیاس بلکہ قوی یقین یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ سے ملاقات یمن کی جس امدادی فوج میں ہوئی تھی وہ یقیناً جہاد کے سلسلہ میں آئی ہوگی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہء خلافت میں ایران،شام،مصر اور وسط ایشیاء کے بعض علاقوں میں جہاد زوروشور سے جاری تھا۔مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ) ص895 پر تحریر ہے کہ آپ معرکہ نہاوند میں شریک تھے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایرانیوں سے ہوا۔سیر الصحابہ ج13 ص55 پر اصابہ کے حوالے سے تحریر ہے کہ آپ آذربائیجان کی جنگ جو 18 ہجری میں لڑی گئی تھی میں شریک ہوئے۔طبقات ابن سعد نوادرات اور دیگر کئی کتب میں تحریر ہے کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہونے والے معرکہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔تفصیل آگے آئے گی۔

دائرہ معارفِ اسلامی میں بھی آپ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جنگِ صفین میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔

باب 5

درِ مصطفےٰ ﷺ پہ حاضری

امام التابعین خواجہ قرن حضرت اویس القرنی نے رسالتماب ﷺ کا زمانہ پایا اور غائبانہ اسلام قبول کیا لیکن عہدِ رسالت میں موجود ہونے کے باوجود وصالِ ظاہری سے محروم رہے۔ آپ نادیدہ جمالِ نبوی کے پروانوں میں سے تھے۔ آپ کا شمار ان برگزیدہ وارفتگانِ محبت میں ہوتا ہے جن کی تخلیق ہی عشق و محبت کے خمیر سے تھی۔ آپ نے اپنی ہستی کو راہِ عشقِ خدا میں ایسا گم کر دیا تھا کہ ظاہر بیں نگاہوں میں ان کی شخصیت ہی مشکوک ہو کر رہ گئی تھی مگر عالمِ باطن کے قوانین دنیائے آب و گل کے قوانین سے ماوراء ہیں۔ وہاں قرب و بُعد کی منزل کا سوال اور نشان نہیں اور حجابات اٹھارہ ہزار عالم بھی بے حیثیت ہوتے ہیں۔ چشمِ حقیقت نگر (نگاہِ مردِ مومن) لاکھ حجابوں پر محرومِ تماشہ نہیں رہتی۔ ربطِ باطن بُعد و مسافت میں بھی قرب محسوس کرتا ہے۔ اصل شے تاثیر اور جذب و کشش ہے۔

بندگانِ خدا مقربین خدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اقلیمِ فکر و نظر کے خود مالک ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے دنیا آئینہ بن جاتی ہے جس میں وہ لوگوں کے احوال (نیت اور بدنیتی) کا عکس بے حجاب دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کی زندگی کا راستہ براہِ راست اللہ کی راہ نمائی میں طے ہونے لگتا ہے۔ سلطان التابعین حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربط باطن بھی براہِ راست اللہ سے تھا اور بارگاہِ نبوت سے بھی۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کا تعارف سرور کائنات ﷺ سے کرا دیا تھا۔ محبّ اور محبوب کے مابین ظاہری نہیں لیکن باطنی طور پر ربط و تعلق تھا۔ ظاہری ملاقات میں کچھ امر مانع تھے۔ غلبہء حال اور استغراق کے باعث آپ حضور اکرم ﷺ کے شرفِ دیدار سے محروم رہے۔ دوسری وجہ عہدۂ قطبیت مانع تھا۔ عہد رسالت میں آپ ہی قطب و ابدال تھے اس لیے مستور الحال

رہتے تھے اور اللہ جلّ شانہٗ قطب وغوث کے احوال کو اپنی غیرت کے سبب عوام اور خواص دونوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ دربار نبوی میں حاضر نہ ہونے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد گرامی آپ کی کمسنی میں ہی وفات پا چکے تھے۔ آپ کے اہل وعیال بھی نہ تھے آپ کی والدہ تھیں جو ضعیفہ اور نابینا تھیں۔ وہ ولیہ تھیں آپ اپنی والدہ ماجدہ ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتی تھیں۔ آپ دن رات ان کی خدمت واطاعت میں رہتے تھے۔ قرآن کریم میں اطاعت اللہ واطاعت الرّسول کے بعد والدین کی اطاعت وخدمت کا حکم اکثر مقامات پر ملتا ہے۔ اس لیے حضرت اویس القرنی حکم ربانی کے پیشِ نظر والدہ کی خدمت میں رہنا ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی اس قدر استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اپنی والدہ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے جا سکتے اور نہ ہی ان کو ایک لمحہ کے لیے تنہا چھوڑ سکتے تھے۔ اس لیے زیارتِ نبوی سے محروم رہے۔

حیاتِ مادر مہربان میں سفرِ مدینہ •

دیدارِ جمال مصطفٰے کے شوق اور عشقِ حبیبِ خدا نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو انتہائی بے قرار کر دیا۔ آپ ماہی بے آب کی طرح ہمہ وقت تڑپنے لگے تو ایک دن ہمت کر کے والدہ ماجدہ سے رخصت کی اجازت طلب کر ہی لی۔ والدہ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ آٹھ پہر (24 گھنٹے) میں واپس میرے پاس آ جانا۔ آپ نے ضرورت کی تمام چیزیں ان کے پاس رکھیں اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اضطراری میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ گلیمی پاجامہ پہنے کندھے پر کمبل ڈالے پراگندہ بال ننگے پاؤں بے تابی سے بھاگے چلے جاتے تھے۔ قرن سے مدینہ کا طویل سفر پاپیادہ طے کر کے دیارِ حبیب پہنچے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے ہیں تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کیا کہ جب حضور اکرم ﷺ گھر تشریف

لائیں تو آپ ﷺ سے میر اسلام عرض کر دیجئے گا۔ والدہ ماجدہ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کا انتظار کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک ہالہ نور کا دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ یہاں کون آیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک شتربان تھا جو سلام کہہ کر چلا گیا۔ یہ سن کر نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق یہ نور اویس قرنی کا ہے۔

بعض کتب میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ زیارتِ حبیبِ کبریا ﷺ کا اشتیاق حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قدر غالب آ گیا کہ آپ نے مدینہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ادھر آنحضور ﷺ کو مدینہ سے باہر جانا پڑ گیا۔ لیکن نبی مکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد ایک مہمان آئے گا جب وہ آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنا اور اس کا اچھی طرح خیال رکھا جائے کیونکہ وہ بڑا متقی شخص ہے اگر وہ رکنا نہ چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے مگر اس کی شکل وصورت یاد رکھ لی جائے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ کسی غزوہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت اویسؓ مدینہ تشریف لائے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ مدینہ میں تشریف فرما نہیں ہیں تو اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ انہیں روکنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ رکے۔ کوئی خاطر بھی نہ کروائی۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کیا کوئی مہمان آیا تھا؟ ام المومنین نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ یمن سے ایک شخص آیا تھا اس کی شکل وصورت چرواہوں جیسی تھی۔ آپ ﷺ کی عدم موجودگی کی خبر پا کر ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ٹھہرا اور چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا؟ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ وہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جو میری زیارت کے لیے یہاں آیا تھا مگر وہ زیارت کی حسرت دل میں لیے واپس لوٹ گیا۔ وہ ٹھہر نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کی والدہ بوڑھی اور نابینا ہے۔ اس کی نگہداشت کرنے والا اس

کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا سچا محب ہے۔ ذکر الٰہی اس کا شغل ہے اور دنیا کی کسی چیز سے متاثر نہیں۔ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول خدا کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام ومرتبہ پر رشک آنے لگا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ وہ شخص کس قدر عظیم ہوگا جس کی عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ کی توصیف ذات باری تعالیٰ اور محبوب خدا ﷺ کریں۔"

مولانا روم نے مثنوی میں لکھا ہے کہ بعض اولیاء مشہور ہوئے ہیں اور بعض مستور۔ بعض انبیاء کرام ایسے مستور اولیاء کی ملاقات کی آرزو رکھتے تھے جیسے کہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا قصہ ہے چنانچہ نبی مہربان ﷺ آرزو فرمایا کرتے تھے واشوقاه الیٰ لقاء اخوانی (اور مجھے اپنے بھائیوں سے ملنے کا شوق ہے)

اس دعا کے نتیجہ میں آپ ﷺ کو بارگاہِ الٰہی سے القاء ہوا کہ خاصانِ الٰہی میں سے کسی کی ملاقات آپ سے ضرور ہوگی۔ اسی امید پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ خاصانِ الٰہی میں سے ایک شخص ضرور ہمارے گھر آئے گا اگر اتفاقاً میں گھر پر موجود نہ ہوں تو اس مہمان سے عزت واحترام سے پیش آنا۔ اور میرے آنے تک اسے باعزت بٹھانا۔ اگر وہ میرا انتظار نہ کریں تو ان کا حلیہ یاد رکھنا۔

چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ مقرب الٰہی حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ حضور اکرم ﷺ کی بابت دریافت فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی عزت وتکریم کرتے ہوئے فرمایا: آپ اندر تشریف لائیں۔ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں اندر نہیں آسکتا۔ حضور ﷺ کو میرا اسلام عرض کر دینا۔ یہ کہہ کر آپ واپس لوٹ آئے۔ آنحضور ﷺ جب گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا تشریف لانا سلام عرض کرنا اور آپ کا حلیہ بیان فرمایا۔

مولانا روم لکھتے ہیں کہ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو دریا کی طرح بہہ نکلے آپ ﷺ بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو اسرار و رموز کی باتیں سننے میں آئیں۔(ذکر اویس ص 103)

سفر مدینہ بار دیگر

حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد بار دیگر مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ مدینہ طیبہ میں درِ مصطفےٰ کی حاضری کے بارے حضرت سلطان ولد نے اپنی کتاب ''مثنوی'' میں لکھا ہے رسول اکرم ﷺ کی رحال (وفات) کے بعد حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا شوق غالب آیا۔ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کی زیارت سے کیوں شرف حاصل نہ کیا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری والدہ بیمار رہتی تھیں اور مجھے اپنے پاس سے کہیں نہیں جانے دیتی تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہم نے تو اپنے مال و متاع اور ماں باپ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی محبت اور شوق میں قربان کر دیا اور آپ فقط اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ آسکے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ حضرات کو تو حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ ذرا حلیہ شریف تو بیان فرمایئے صحابہ کرام آپ ﷺ کی ظاہری صورت اور دیگر اعضاء شریفہ کی بعض نشانیاں اور کچھ معجزات بیان فرمانے لگے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد حضور اکرم ﷺ کی ظاہری شکل و صورت سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی باطنی شکل و صورت اور معنوی جمال دریافت کرتا ہوں۔ وہ بیان فرمایئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہمیں جس قدر معلوم تھا بیان کر دیا اگر اس سے زیادہ آپ کو معلوم ہو تو بیان فرمائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواجہ قرن کو سرورِ کائنات ﷺ سے کس قدر عشق و محبت تھی۔ اور کتنا قربِ باطنی حاصل تھا۔

دیدارِ گنبدِ خضرا

اخلاق جہانگیری میں خلاصہ الحقائق کے حوالے سے لکھا ہے کہ "جب خیر التابعین حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مسجد نبوی کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کہا یہ روضہ رسول (ﷺ) ہے۔ آپ یہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو فرمایا مجھے اس شہر سے باہر لے چلو کیونکہ جس سرزمین میں حضور سرور کائنات ﷺ محو استراحت ہیں وہاں میرا رہنا مناسب نہیں ہے ایسی مقدس اور پاکیزہ زمین پر قدم رکھنا بے ادبی ہے۔"

مولانا خالق دادؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی رحلت کی خبر سنی تو مدینہ روانہ ہوئے لیکن مدینہ منورہ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ معاً خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے پاؤں زمین پر ہوں اور حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس زیرِ زمین ہو۔ آپ واپس پلٹ آئے۔

کسی واقعہ کی تحقیق سے متعلق تاریخ کے چار اصول متعین ہیں کہ واقعہ کہاں، کب، کیسے اور کیوں پیش آیا۔ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باردیگر مدینہ طیبہ حاضری کے واقعہ کو کسی بھی سیرت نگار یا مؤرخ نے کسی مستند کتاب میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر جگہ نہیں دی تاہم جن لوگوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے انہوں نے وقت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کب باردیگر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اگر آپ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد (جیسا کہ محبت و عشق کا تقاضا بھی ہے) تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق جُبّہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے تھا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ذکر ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد اور ان کی ایک ایک علامت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتا دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرا اسلام ان کو پہنچانا اور امت کے لیے دعائے مغفرت کرانا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دس سال تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ دائرہ معارفِ اسلامی کی تحقیق کے مطابق 17ھ کے بعد مکہ میں حج کے موقع پر میدان عرفات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی بار ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ کی وصیت پر عمل درآمد کا موقع ملا۔ دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی علامتوں کا مشاہدہ کیا اور آپ ﷺ کا سلام حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچایا۔ اور خواجہ قرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امت کے لیے دعائے مغفرت کرائی۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس موقع پر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اکرم ﷺ کا جُبّہ مبارک بھی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور حقیقت قرین قیاس بھی ہے۔

بہر حال حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بار دیگر مدینہ منورہ تشریف لانے کا واقعہ پُر اسرار ہے جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلومات حاصل ہیں۔ ممکن ہے آپ روضہء رسول پر حاضری کے لیے خفیہ طور پر تشریف لائے ہوں اور روضہء اقدس پر حاضری دے کر تمام لوگوں کو ملے بغیر واپس قرن تشریف لے گئے ہوں۔

مختصر یہ کہ محبّ کو معلوم ہوگا یا پھر محبوب کو؟

عین ممکن ہے منشاء ورضائے الٰہی بھی یہی ہو کہ ایک مستور الحال ولی اللہ کے درِ محبوب پر حاضری کے واقعہ کو مخفی اور پوشیدہ رکھا جائے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے آپ کب اور کیسے مدینہ بار دیگر تشریف لائے۔

باب 6

وارث جبّہ اور تعارف

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ آپ جلیل القدر تابعین اور مقتدائے اربعین میں سے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ'' اویس احسان ومروت کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔'' بعض اوقات آپ ﷺ روئے مبارک جانب یمن کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ''میں یمن کی جانب سے رحمت کی ہوا آتی ہوئی پاتا ہوں۔'' حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ'' روزِ محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں جو اویس قرنی کے شبیہ ہوں گے کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے اس لیے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی کر کے محض اس لیے عبادت وریاضت کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیشِ نظر روزِ محشر آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیع اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں اس کا اصل نام کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اویس قرنی ہے۔''

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ کیا وہ کبھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی نہیں لیکن چشمِ ظاہری کی بجائے چشمِ باطن سے اس کو میرے

دیدار کی سعادت حاصل ہے اور مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجوہات ہیں:

اول: غلبہ حال

دوم: تعظیم شریعت کیونکہ اس کی والدہ مومنہ بھی ہیں اور ضعیف اور نابینا بھی ہیں۔ اویس شتربانی کے ذریعے ان کے لیے معاش حاصل کرتا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ کیا ہم ان سے شرفِ نیاز حاصل کر سکتے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر) تم اسے نہ دیکھو گے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھیں گے۔ اور ان کی شناخت اور تعارف یہ ہے۔ پورے جسم پر بال ہیں۔ ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے لیکن وہ برص کا داغ نہیں لہٰذا" جب ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچانے کے بعد میری امت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا پیغام بھی دینا۔"

" پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے خرقہ (جُبہ) کا حقدار کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

(تذکرۃ الاولیاء باب 2 ص 8)

حضرت اویس قرنی کی شناخت تعارف اور ایک ایک علامت اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سید الانبیاء ﷺ کو بتا دی تھی اور آپ ﷺ نے یہ علامات صحابہ کرامؓ کو بتا دی تھیں جیسا کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث نمبر 223 تا 225 میں تحریر ہے۔ صحیح مسلم جلد ششم باب الفضائل میں اویس قرنی کا تعارف ان احادیث کی روشنی میں کرایا گیا ہے۔

اہل کوفہ کی توقیر

اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ کوفہ کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ ان میں ایک شخص تھا جو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹھٹھا کرتا تھا کیوں کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا حال چھپاتے تھے۔ (امام نووی نے کہا کہ عارفوں کا یہی طریقہ ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

یہاں قرن کا بھی کوئی آدمی ہے وہ شخص آیا۔تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اس کا نام اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ وہ یمن میں کسی کو نہ چھوڑے گا۔(اپنے عزیزوں میں سے) سوائے اپنی ماں کے۔ اس کو (برص کی) سفیدی ہوگئی تھی تو اس نے اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے وہ سفیدی اس کے بدن سے دور کردی مگر ایک دینار یا درہم کے برابر باقی ہے جو کوئی تم میں سے اسے ملے اپنے لیے اس سے دعا کرا دے۔" (جدید مظاہر حق اور مسلم شریف حدیث نمبر 223)

2۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہتر تابعی ایک شخص ہے جس کو اویس کہتے ہیں اس کی ایک ماں ہے اور اس کو ایک سفیدی تھی تم اس سے کہنا کہ تمہارے لیے دعا کرے۔(مسلم شریف حدیث 224)

3۔اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یمن سے مدد کے لیے لوگ (یعنی وہ لوگ جو ہر ملک سے لشکر اسلام کی مدد کے لیے جہاد کرنے کے لیے آتے) آتے تو وہ ان سے پوچھتے تم میں سے اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضرت اویس کے پاس آئے کہ تمہارا نام اویس ابن عامر ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم قبیلہ عامر سے ہو انہوں نے کہا ہاں پوچھا قرن میں سے ہو انہوں نے کہا ہاں پوچھا تم کو برص تھا وہ اچھا ہوگیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا جو یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ ہوگا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہوگیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کرے پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کرانا۔ تم دعا کرو میرے لیے۔ اویس نے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم کو حاکم کوفہ کے نام خط لکھ دوں۔ انہوں نے کہا مجھے خاکساری میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رئیسوں میں سے ایک شخص نے حج کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال پوچھا۔ وہ بولا میں نے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کے گھر میں اسباب کم تھا اور وہ تنگ تھے (خرچ سے)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اویس بن عامر تمہارے پاس یمن والوں کے امدادی لشکر کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد میں سے ہے اور پھر قرن میں سے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر ایک درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کرے پھر اگر تم سے ہو سکے تو اس سے دعا (دعائے بخشش) کرا۔'' وہ شخص یہ سن کر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آیا اور کہنے لگا میرے لیے دعا کرو۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو ابھی نیک سفر کر کے واپس آ رہا ہے (یعنی حج سے) میرے لیے دعا کرو پھر وہ شخص بولا میرے لیے دعا کرو۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی جواب دیا۔ پھر پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ وہ شخص بولا ہاں ملا۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لیے دعا کی۔ اس وقت لوگ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ سمجھے۔ وہ وہاں سے سیدھے چلے۔ اسیر نے کہا ان کا لباس چادر تھا۔ جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چادر کہاں سے آئی (مسلم شریف حدیث 225)

باب 7

صحابہ کرام سے ملاقات

مسلم شریف کی حدیث نمبر 223 تا 225 کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے ان احادیث میں پہلے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ارشاد نبوی میں حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شناخت سے متعلق علامات کا تذکرہ ملتا ہے نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی گئی ہے کہ حضرت اویس القرنی ان کے پاس آئیں گے ان سے اپنے لیے دعائے مغفرت کرائیں اگلی حدیث میں دربار نبوی سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوبصورت لقب ''خیر التابعین'' کے عطیے کا تذکرہ ملتا ہے جو ان کی مناقبت اور شان مبارک کا مظہر ہے۔ آخری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ارشاد نبوی کے اتباع کے لیے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے کس قدر بے قراری سے ان کی جستجو میں رہے۔ قافلہ اہل یمن کا ہوتا یا اہل کوفہ کا ان سے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں استفسار فرماتے رہے۔ آخر حضور اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یمن سے وہ قافلہ جہاد کے لیے مکہ پہنچ ہی گیا جس میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ ہی گئے اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ان کو پہنچایا اور آپ سے دعائے مغفرت بھی کرائی۔ یہ بات پہلے ہی واضح کی جا چکی ہے کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد کا بہت اشتیاق تھا اور یمن سے جہاد کے لیے آنے والی امدادی فوج میں اس لیے شامل تھے۔ تیسری روایت بطور خاص اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اس وقت حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ابھی زندہ تھیں کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہونے والے مکالمے اور سوالات و جوابات سے تو یہی تاثر ابھرتا ہے تاہم اس روایت سے یہ پتا

نہیں چلتا کہ یمن کی امدادی فوج مکہ کب آئی۔ دائرہ معارف اسلامی میں لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ ایام حج میں میدان عرفات میں لوگوں (اہل یمن) کے اونٹ چرا رہے تھے اور یہ ملاقات 17ھ کے بعد خلافت کے آخری سال (23ھ) میں ہوئی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی متعدد روایات

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں دس سال تک حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش اور انتظار میں رہے۔ پھر یمن کی امدادی فوج کے ساتھ آپ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی جیسا کہ مسلم شریف کی روایت نمبر 225 گذر چکی ہے۔

مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ شریف) میں مسلم شریف کی آخری دو روایات (حدیث نمبر 224 اور 225) کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا لب لباب اور الفاظ تقریباً بالکل وہی ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آگے چل کر لکھا گیا ہے کہ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو آثار و اخبار منقول ہیں ان کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جوامع الجوامع میں جمع کیا ہے۔ مظاہر حق جدید میں آگے چل کر مزید لکھا ہے کہ:

سیوطی کہتے ہیں اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ "جب تک اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نہیں پہنچے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے آنے والے ہر اسلامی لشکر اور قافلے سے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے امدادی لشکر کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ شناخت کے لیے سوال و جواب ہوئے اور بعد ازاں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے سے

آنے والے ہر قافلے سے حضرت اویس قرنی کے احوال دریافت کیا کرتے تھے۔"

حضرت اسیر بن جابر کی ایک اور روایت پیش خدمت ہے۔

"اسیر بن جابر کا بیان ہے کہ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ دنوں کوفہ سے چند لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک وہ شخص بھی تھا جو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ دوران گفتگو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا تعلق قرن سے ہو۔ ان لوگوں نے اس شخص کو آگے کر دیا جو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذاق اڑایا کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے تو اس کے سامنے وہ حدیث بیان کی جو آنحضور ﷺ نے حضرت اویس قرنی کی شان میں بیان فرمائی تھی اور پھر اس شخص سے بولے میں نے سنا ہے کہ وہ یمنی (حضرت اویس) کوفہ میں تم لوگوں کے ہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا ہمارے تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے اور نہ ہم کسی ایسے شخص کو پہچانتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں ہوگا کہ وہ شخص تمہارے ہاں ہی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی علامات بتائیں کہ اس طرح خراب وخستہ حال ہے۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں ایک ایسا شخص ہمارے ہاں ہے۔ اس کا نام اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ہم اس کا مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تم کوفہ جاؤ تو اس شخص سے ضرور ملنا اور اپنی گستاخیوں اور بے ادبیوں کی معافی مانگنا وہ شخص کوفے وارد ہوا اور وہاں پہنچ کر اپنے گھر والوں کے پاس بعد میں گیا۔ پہلے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو دیکھا تو بولے میرے تئیں تمہارے رویے میں یہ تبدیلی کیسی؟ اس شخص نے کہا میں نے آپ کی تعریف امیر المؤمنین سے سنی ہے۔ آپ کے بارے میں انہوں نے سب کچھ بتا دیا ہے لہٰذا آپ مجھ کو معاف فرما دیجئے۔ میں نے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اس سے درگزر فرمایئے اور میرے لیے دعائے مغفرت فرمایئے۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہارے لیے

• دعائے مغفرت کیے دیتا ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میرے بارے میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا ہے اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرو گے۔ اس کے بعد انہوں نے دعائے مغفرت کی۔ اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام کو فے والوں کو معلوم ہوا۔'' (مظاہر حق جدید)

(2) '' حضرت یحییٰ بن سعید المسیب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو آواز دی کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں بولا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں جو حکم ہو بجا لانے کو تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب مجھ کو آواز دی تو میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ مجھے کسی کام کے لیے کہیں بھیجیں گے لیکن پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو اویس کہا جائے گا اس کے بدن کو برص کی بیماری لاحق ہوگی وہ دعا کرے گا۔ اللہ اس کی بیماری دور کر دے گا مگر اس کا ایک داغ اس کے پہلو میں رہے گا تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں عزوجل یاد آ جائے گا۔ جب تم اس سے ملو تو اس کو میرا اسلام پہنچانا اور اس سے اپنے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا کیونکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں ایسا معزز اور بزرگ ہے کہ اگر اللہ کے بھروسے پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم سچی کرے۔ وہ اللہ سے اتنے لوگوں کی شفاعت کرے گا جتنے ربیعہ اور مضر جیسے کثیر القوم قبیلوں میں افراد بھی نہیں ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں یہ فرمان نبوی سننے کے بعد میں نے اس شخص کی تلاش کی۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی کی لیکن میں اس شخص کو نہ پا سکا۔ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں بھی اس کی ٹوہ میں رہا مگر اس تک نہیں پہنچ سکا۔ پھر جب میرا عہد خلافت و امارت آیا میں اور تلاش و جستجو میں لگ گیا۔ یہاں تک کہ مختلف شہروں اور علاقوں سے جو بھی قافلے آتے تو میں ہر ایک سے یہی سوال کرتا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا نام اویس ہو اور وہ قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا ہو اور قرن

کا ہو۔ اسی تلاش و جستجو کے دوران ایک دن قرن سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا۔ یا امیر المومنین آپ جس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں وہ میرا چچازاد ہے لیکن وہ تو نہایت خستہ حال کم رتبہ اور بے حیثیت شخص ہے۔ بھلا وہ اس درجہ کا کب ہے کہ آپ جیسی ہستیٔ عظیم اس کا حال دریافت کرے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ مجھ کو ایسا لگ رہا ہے تو اس شخص کی شان میں ایسے حقارت آمیز الفاظ استعمال کر کے ان لوگوں میں سے ان کے بارے میں گستاخانہ رویہ اختیار کرنے کے سبب ہلاکت میں پڑنے والے ہو۔ میں اس شخص سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک اونٹ آتا دکھائی دیا جس پر ایک بوسیدہ پالان بندھا ہوا تھا اور اس پالان میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا جس نے پھٹے پرانے کپڑوں سے اپنے جسم کا کچھ حصہ ڈھانک رکھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ یہی شخص اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ پھر میں اس کی طرف لپکا اور اس سے پوچھا کہ بندۂ خدا تو ہی اویس قرنی ہے اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں سلام کہا تھا۔ وہ شخص بولا! علی رسول اللہ السلام وعلیک یا امیر المؤمنین۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ تم میرے لیے دعائے مغفرت کرو اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ ہر سال حج کے موقع پر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرتا۔ اپنے احوال و اسرار ان سے بیان کرتا اور وہ مجھ سے اپنے احوال و اسرار بیان کرتے۔ (مظاہر حق جدید ص 894)

اس روایت میں اس بات کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا کہ یہ ملاقات کہاں ہوئی۔ قافلے تو جہاد کے لیے آتے ہوں گے یا پھر حج کے لیے۔ جہادی قافلوں کی آمد کا مرکز دارالخلافہ مدینہ منورہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ حج کے لیے ہر سال مملکتِ اسلامیہ کے اطراف و اکناف سے قافلے حج اور جہاد کے لیے آتے تھے۔ اغلب خیال یہی ہے کہ یہ پہلی ملاقات دارالخلافہ مدینہ میں ہوئی ہو گی یا پھر حج کے ایام میں مکہ مکرمہ میں۔ دائرہ معارف اسلامی ص 570 پر تحریر ہے کہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کی امدادی فوج کے ساتھ 17ھ کے بعد مدینہ منورہ آئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت اویس القرنی کی دوسری ملاقات

ایام حج میں مکہ مکرمہ میں میدان عرفات کے قریب ہوئی۔ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سال تھا۔

(3) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حج کے دنوں میں قرن کے لوگ آئے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو ان میں سے ایک شخص بولا اے امیر المومنین بھلا اس شخص سے آپ کا کیا واسطہ؟ وہ تو کھنڈرات میں پڑا رہتا ہے۔ لوگوں کو ملنے سے اجتناب کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تم واپس جاؤ تو اس کو میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ مجھ سے ملاقات کرے۔ اس شخص نے واپس جا کر پیغام پہنچایا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا تمہارے بدن پر سفیدی تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سفیدی کو تمہارے بدن سے دور کر دیا تھا اور پھر تم نے دعا کی تھی کہ اس سفیدی کا کچھ نشان باقی رہے۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے ہاں۔ لیکن اے امیر المؤمنین یہ سب کچھ آپ کو کس نے بتایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ میں تم سے اپنے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کروں چنانچہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا اے امیر المؤمنین آپ میرے احوال اور شخصیت لوگوں سے پوشیدہ رکھیں اور پھر واپس جانے کی اجازت مانگی۔

(شرح مشکوٰۃ شریف مظاہر حق جدید ص 895)

(4) علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے مظاہر حق جدید میں سعید بن مسیب سے منسوب ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کے موقع پر منیٰ میں اہل قرن سے ملاقات کر کے ان کے ذریعے سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ اور آپ ﷺ کا سلام بھیجا۔

اسی طرح صعصہ بن معاویہ کی روایت کا تذکرہ بھی ملتا ہے جس میں اہل کوفہ سے آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات دریافت کیے اور آپ کے مناقب بتائے۔

5۔علامہ اسلم جیراجپوری نے نوادرات میں صفحہ 57 پر حافظ ابو نُعیم کی کتاب حِلیۃ الاولیاء کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسولِ اللہ ﷺ کے پاس اصحابِ خاص کے حلقہ میں تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کل تمہارے ساتھ جنتی شخص نماز پڑھے گا۔ مجھے امید ہوئی کہ شاید وہ میں ہوں سویرے مسجد گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔سب لوگ چلے گئے تو ایک سیاہ چردہ مرد پیوند لگا تہبند باندھے ہوئے آیا آپ ﷺ سے مصافحہ کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمایئے حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے شہادت کی دعا فرمائی۔اس کے جسم سے مشک اذفر کی مہک آرہی تھی۔ میں نے پوچھا یہی وہ شخص ہے؟ فرمایا ہاں۔ یہ غلام ہے اور فلاں خاندان کی ملکیت ہے۔میں نے کہا آپ ﷺ اسے خرید کر آزاد فرما دیتے۔ جواب دیا کہ مجھے اس سے کیا جب اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کے بادشاہوں میں سے بتایا ہے۔اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں بھی ملوک اور سادات ہیں اور یہ حبشی جنت کے انہی ملوک اور سادات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان پاک نفس مخفی فرماں برداروں کو پسند کرتا ہے" جن کے بال پریشان چہرے خاک آلود اور شکم بجز کسب حلال کے بھوکے اور لاغر رہتے ہیں امیروں کے یہاں جب وہ باریابی چاہتے ہیں تو نہیں ملتی، نازنینوں سے نکاح کا پیغام دیتے ہیں تو قبول نہیں کیا جاتا، غائب رہتے ہیں تو تلاش نہیں کیے جاتے۔ حاضر رہتے تو کوئی بات نہیں کرتا یا پوچھتا۔ نہ بیماری میں کوئی عیادت کو آتا ہے اور نہ مرنے کے بعد نہ کوئی ان کے جنازے میں شرکت کرتا ہے۔"

لوگوں نے پوچھا کہ ایسا شخص ہم کو کیسے ملے۔فرمایا کہ ایسا شخص اویس قرنی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہے۔لوگوں نے پوچھا اویس قرنی کون؟ کہا کہ بھور بالوں والا سرگیں چشم ہے۔ راست قد، برکشادہ، رنگت مائل بہ سرخی۔ تھوڑی سینے سے لگی ہوئی۔نظر نیچی (سجدہ گاہ پر جمی ہوئی) دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے نفس پر روتا ہے دو سے تیسرا لباس نہیں۔ایک گلیمی تہبند اور ایک گلیمی ردا (چادر)۔زمین میں گمنام ہے آسمانوں میں مشہور ہے۔اگر وہ اللہ پر قسم دلائے تو اللہ اس کو پوری کرے۔ہاں یاد رکھو اس کے مونڈھے کے نیچے ایک چمکتی ہوئی سفیدی ہے۔قیامت کے دن جب نیک بندوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں جاؤ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا ٹھہر جاؤ اور سفارش کرو۔اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر جتنے لوگوں کو اللہ بخش دے گا۔اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تم اس سے ملنا تو اس سے درخواست کرنا کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔

یہ دونوں حضرات اس کے بعد بیس سال تک اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں رہے یہاں تک کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری سال حج کے موقع پر خود یمنی قبائل میں جا کر آواز لگائی کہ تم میں قبیلہ مراد کا اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی کوئی شخص ہے۔یہ سن کر ایک بوڑھا شیخ لمبی داڑھی والا اٹھا اور کہا کہ ہم اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو نہیں جانتے البتہ میرا ایک بھتیجا اس نام کا ہے لیکن وہ گمنام اور بے مایہ ہے۔یہ رتبہ نہیں رکھتا کہ امیر المومنین کے پاس اس کا ذکر ہو۔وہ ہمارے اونٹ چرانے گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہاں ملے گا۔بولا میدان عرفات میں یہاں پیلو کا جنگل ہے۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں اونٹ پر (بروایت دیگر گدھے پر) سوار ہو کر تیزی کے ساتھ وہاں پہنچے دیکھا کہ وہ شخص ایک درخت کے سایہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور اونٹ اردگرد چر رہے ہیں (بقول ابن سعد اونٹ فرشتہ چرا رہا تھا)۔

ان لوگوں نے جاتے ہی سلام کیا۔اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ختم کی اور جواب

دیا وعلیکم السلام۔ ان لوگوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا اونٹوں کا چرواہا ہوں۔ اور ان کے مالکوں کا نوکر۔ بولے کہ ہم نام پوچھتے ہیں۔ کہا کہ عبداللہ۔ فرمایا کہ زمین وآسمان کی کل چیزیں عبداللہ ہیں۔ (ضیاء النبی میں ہے کہ میرا نام عبداللہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم سب عبداللہ ہیں) ہم کو تمہارا وہ نام مطلوب اور درکار ہے جو تمہاری ماں نے رکھا ہے۔ کہا کہ اس سے کیا مقصد ہے؟ کہا نبی کریم ﷺ نے ہم سے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کیے تھے۔ جن میں بورے بال اور سرگیں آنکھیں تو ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے دائیں کندھے کے نیچے کوئی چمکتی ہوئی سفیدی ہو تو دکھا دو اگر ہوگی تو تم وہی شخص ہو۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کندھے سے کمبل اٹھایا تو سفیدی نظر آئی۔ ان دونوں حضرات نے لپک کر چوم لیا اور کہا بے شک تم ہی اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو۔ ہمارے لیے دعائے مغفرت مانگو۔ اللہ تمہاری مغفرت کرے گا۔

اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں استغفار میں کسی کو مخصوص نہیں کرتا نہ اپنے کو اور نہ اولاد آدم میں سے کسی اور کو بلکہ جمیع مومنین ومومنات ومسلمین ومسلمات کے لیے خواہ بر میں ہوں یا بحر میں مغفرت طلب کرتا ہوں۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ نے تو میرا حال آپ دونوں پر ظاہر کر دیا اب آپ اپنی بھی تعریف فرمایئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ یہ سن کر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سروقد کھڑے ہو گئے سلام کیا اور کہا ''اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امت کی طرف سے اور اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اپنی ذات کی طرف سے جزائے خیر دے۔''

حضرت عمر نے کہا ''تم اسی جگہ رہو میں مکہ میں جاتا ہوں تمہارے خرچ کے لیے کچھ عطیہ اور پہننے کے لیے کپڑا لاتا ہوں۔ دیکھو اسی جگہ ملنا۔'' اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''میں ملنے کا وعدہ نہیں کرتا اور آج کے بعد میری اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات بھی نہ ہوگی۔ مجھے عطیہ کی کیا ضرورت ہے اور میں کپڑے لے کر کیا کروں گا۔

میرے جسم پر گلیمی تہبند اور گلیمی چادر ہے۔ میرے پاؤں میں تسمہ دار جوتیاں ہیں اور چرائی کی مزدوری میں چار درہم بروایت دیگر دو درہم بھی ہیں یہ کافی ہیں۔ اے امیر المومنین! میرے اور آپ کے آگے ایسی پُر خطر گھاٹی ہے جس کو وہی پار کر سکتا ہے جو لاغر میان سبک بار اور چست گام ہو۔ اس لیے بوجھ ہلکا رکھیے۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔"

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو درہ زمین پر دے مارا اور چلا کر روئے کہ کاش عمر کی ماں عمر کو نہ جنتی کاش وہ بانجھ ہوتی۔" اور اس کے بعد حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔" اے امیر المومنین! آپ روانہ ہوں تو میں اس طرف جاؤں۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پلٹے اور حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ ہانکتے مالکوں کے پاس لے گئے۔ چرائی سے معافی چاہی اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔

6۔ ملاقات کے سلسلہ میں اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلافت کے دسویں سال کے بعد ایام حج میں میدان عرفات کے قریب اوراک کی جھاڑیوں میں اونٹ چراتے وقت ان کی ملاقات حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ سوال وجواب ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کا سلام ان کو پہنچایا اور پیغام بھی۔ پھر دعائے مغفرت کے بعد آپ کوفہ چلے گئے۔ اور وہاں عزلت نشینی میں رہنے لگے۔

اسی روایت کو ضیاء النبی جلد پنجم باب "مغیباتِ رسول اللہ ﷺ" میں بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق دوسری ملاقات سے ہے۔

جبہ مبارک اور حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وارث جبہ کے عنوان میں ایک روایت بیان کی جا چکی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے وفاتِ ظاہری کے وقت اپنے جبہ مبارک کا حقدار حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا تھا اور ان سے امت کے لیے دعائے مغفرت کی بابت ہدایت فرمائی تھی اس روایت کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

نبی مکرم ﷺ کے وصال کے بعد کوشش بسیار کے باوجود حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں ان کا پتہ چلا تو حضرت عمر حضرت علی اور حضرت بلال رضوان اللہ علیہم اجمعین یمن پہنچے اور آپ کو تلاش کرتے رہے آخر ایک دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوگئی۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے ''ھو'' کا لفظ سن کر بیہوش ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دم کیا۔ تب ہوش میں آئے۔ پھر تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں رہے اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوگئی۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جمعۃ المبارک کے روز فجر کی نماز ہمارے ساتھ ادا فرمائیں اور رئیسانِ یمن کو بھی ساتھ لائیں۔ تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مقرر وقت اور جگہ پر ہمراہ رئیسانِ یمن کے ہمراہ تشریف لائے تو سامنے ایک چبوترہ نظر آیا وہاں ایک خلقبت جمع تھی۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چترِ شاہی سجائے شاہانہ لباس زیب تن کیے تختِ شاہی پر جلوہ افروز تھے۔ رئیسانِ یمن حیرت واستعجاب کے عالم میں یہ منظر دیکھتے رہ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آمد پر ان سے ملاقات کی اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے بعد از فراغتِ نماز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختصر سی گفتگو کی اور رخصت فرمایا۔ کہتے ہیں یہ تاج وتخت خیمہ گاہ اور لشکر وخدام درگاہِ رب العلمین سے ملائکہ لائے تھے تاکہ خلقِ خدا کو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کی ایک جھلک دکھائی جائے۔

اس روایت کی مستند کتب تاریخ وسیرت ومغازی اور احادیث میں نہ کوئی سند ملتی ہے اور نہ ہی ذکر موجود ہے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمود ونمائش کو پسند نہ فرماتے تھے اور جاہ وجلال اور نمود ونمائش کا منظر ان کی عادات سے میل نہیں کھاتا۔ تاہم اگر منشاء خداوندی ہی ہو تو ناممکن نہیں۔ پھر جبہ شریف کی حوالگی کا بھی کہیں ذکر نہیں ملتا۔ واللہ عالم اصل حقائق

کیا ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جبہ لے کر قرن کے جنگل میں پہنچے تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصروفِ عبادت پایا عبادت سے فراغت کے بعد علیک سلیک ہوئی اور مشاہدات کے لیے سوال و جواب ہوئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا تعارف کرایا اور نبی مہربان ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا اور امت کی بخشش کے لیے دعا کرنے کو کہا۔ نیز جبہ مبارک حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبہ مبارک لے کر صاف جگہ پر رکھا اور فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق امتِ محمدیہ ﷺ کی مغفرت کے لیے بارگاہِ رب العالمین میں سربسجود ہو گئے اور امت کی بخشش کے لیے دعا فرمائی۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ نے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد ربیعہ اور مضر قبیلوں کے نام لے کر ان کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر امتِ محمدیہ (ﷺ) کے گنہگاروں کی بخشش کا مژدہ سنایا۔

ان روایات کی اسناد اور مستند ماخذ اور ٹھوس شواہد نہیں مل سکے۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ راقم ہیں کہ دورِ خلافتِ راشدہ میں حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوفہ تشریف لے گئے اور اہل یمن سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ پوری طرح واقف تو نہیں البتہ ایک دیوانہ آبادی سے دور عرفہ کی وادی میں اونٹ چرایا کرتا ہے اور خشک روٹی اس کی غذا ہے۔ لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ وہاں پہنچے تو حدیثِ نبوی کے مطابق ان کی علامات کا مشاہدہ کیا جب یقین ہو گیا کہ یہی اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دست بوسی کی اور حضور اکرم ﷺ کا لباس مبارک (خرقہ) پیش

کرتے ہوئے آپ ﷺ کا سلام پہنچایا اور امت کے حق میں دعائے مغفرت کا پیغام بھی دیا۔ یہ سن کر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لیں شاید وہ کوئی دوسرا فرد ہو جس کی بابت حضور اکرم ﷺ نے نشان دہی فرمائی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جن علامات کی حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نشان دہی فرمائی ہے وہ آپ میں موجود ہیں۔ یہ سن کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی دعا مجھ سے زیادہ کارگر ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تو دعا کرتا ہی رہتا ہوں۔ البتہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی وصیت پوری کرنی چاہیے چنانچہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا لباس مبارک کچھ فاصلے پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا رب جب تک تو میری سفارش پر امتِ محمدی کی مغفرت نہ کرے گا میں سرکار دو عالم ﷺ کا لباس ہرگز نہ پہنوں گا کیونکہ تیرے نبی ﷺ نے اپنی امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تیری سفارش پر کچھ افراد کی بخشش کر دی لیکن آپ نے پھر عرض کیا پوری امت کی مغفرت فرما دے۔ جواب ملا ہم نے ایک ہزار افراد کی بخشش کر دی۔ اسی طرح آپ دعا میں مشغول رہے کہ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے سامنے پہنچ گئے۔ آپ نے سوال کیا آپ دونوں حضرات کیوں آئے؟ میں نے جب تک پوری امت کی مغفرت نہ کروا لیتا اس وقت تک لباس کبھی نہ پہنتا۔"

آپ نے دیکھا کہ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و واقعات کو اہل قلم نے کس طرح الجھا دیا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا روایت میں حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جبہ مبارک لے کر کوفہ جانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ملاقات کی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات پہلے مدینہ منورہ اور پھر شہادت کے سال ایام حج میں میدان عرفات میں مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفصیلی گفتگو آپ سے ہو چکی تھی اور حضور اکرم ﷺ کی وصیت، سلام اور پیغام حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی عرفات میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اسی موقع پر آپ نے اونٹ چرانے چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے کوفہ چلے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور پھر واقعتاً آپ کوفہ جا بسے تھے اور لوگوں کے اونٹ وہاں نہیں چراتے تھے لہٰذا عرفات کو وادی عرفہ کہنا درست نہیں۔ یقیناً میدان عرفات میں ہی اسی ملاقات پر جبہ مبارک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سال تھا۔

مسلم شریف کی احادیث نمبر 223 تا 225 کا مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن جا کر جبہ مبارک حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کرنے کی کہیں اور کبھی ہدایت نہیں فرمائی بلکہ صاف صاف بتا دیا تھا کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تشریف لائیں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس وقت ملاقات کی جب آپ یمن کی امدادی فوج کے ساتھ بغرض جہاد تشریف لائے اور دوبارہ خلافت کے آخر سال مکہ مکرمہ میں میدان عرفات کے قریب حج کے موقع پر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طویل اور مکمل ملاقات حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ اور سب نے اپنی اپنی ڈیوٹی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی تکمیل فرمائی۔

ولایت اور خلافت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کر کے ان کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمبل کے لباس کے نیچے تونگری کے ہزاروں عالم کا مشاہدہ فرمایا تو خلافت سے دستبرداری کی خواہش دل میں مچلنے لگی۔ فرمایا ''کیا کوئی ایسا شخص ہے جو روٹی کے ایک ٹکڑے کے بدلے خلافت خریدے۔''

یہ سن کر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "کوئی بے وقوف شخص ہی خرید سکتا ہے آپ کو تو فروخت کرنے کی بجائے اٹھا کر پھینک دینی چاہیے پھر جس کا جی چاہے گا اٹھا لے گا۔" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا جو چیز آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی ہے اس کو اس طرح ضائع کر کے مسلمانوں کو تباہ نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ کا ایک روز کا عدل ان کی ہزار سال کی عبادت پر شرف رکھتا ہے۔ (ذکر اویسؒ، صفحہ 128)

اس کے بعد حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا فرستادہ لباس زیب تن کر لیا اور فرمایا کہ میری سفارش پر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مغفرت فرما دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پوچھا کہ اگر آپ حضرات دیدار نبی ﷺ سے مشرف ہوئے تو بتائیے کہ حضور اکرم ﷺ کی بھنویں کشادہ تھیں یا گھنی؟ لیکن دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما خاموش رہے۔

اتباعِ نبوی اور شہادتِ دندان مبارک

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے "تذکرے اور صحبتیں" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ارشاد نبوی کی تکمیل میں آپ سے ملنے اور امت کے حق میں حضور ﷺ کی طرف سے دعائے مغفرت کا پیغام پہنچانے کے لیے (حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آئے تو اتباع رسول ﷺ کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

"جب جنگ احد میں حضور ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کی خبر ملی تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا۔ پھر خیال آیا کہ شاید حضور ﷺ کا کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو۔ تو میں نے دوسرا دانت بھی توڑ ڈالا۔ اس طرح ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ چکا تو مجھے سکون نصیب ہو گیا۔"

یہ بات سن کر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر عجیب رقت طاری ہوگئی اور یہ

اندازہ ہو گیا کہ یہ عاشق ظاہری دیدار اور صحبت سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں تحریر ہے کہ اس موقع پر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ اگر آپ احباب نبی (ﷺ) میں سے ہیں تو بتایئے جنگ احد میں حضور اکرم ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا تھا اور آپ نے اتباع نبوی ﷺ میں اپنے تمام دانت کیوں نہ توڑ ڈالے؟ یہ کہہ آپ نے اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر کہا کہ جب آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا۔ پھر خیال آیا کہ شاید دوسرا دانت شہید ہوا ہو۔ اس طرح ایک ایک کر کے سب کے سب دانت توڑ ڈالے۔ اس وقت مجھے سکون نصیب ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر رقت طاری ہو گئی اور اندازہ ہو گیا کہ ادب کا حق یہی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سید عامر گیلانی نے ''حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' میں لکھا ہے کہ جب غزوۂ احد میں سرور عالمیان ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کا حال حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو اپنے جملہ دانت شہید کر ڈالے کچھ عرصہ بعد پھر نکل آئے اور آپ نے پھر شہید کر دیئے۔ اس طرح سات مرتبہ نکلے اور سات ہی مرتبہ آپ نے شہید کر دیئے۔

حضور اکرم ﷺ کا جبہ شریف حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچنا اور دندان شکنی کے واقعہ کو علماء کا ایک گروہ (جن میں ملا علی قاری مصنف معدن العدنی وغیرہ شامل ہیں) درست تسلیم نہیں کرتا۔ یہ گروہ دندان شکنی کے واقعہ کو خلافِ حقیقت قرار دیتا ہے اور اس گروہ کے نزدیک یہ کام شریعت کے منافی اور خلاف ہے اسی لیے کسی صحابی نے ایسا نہیں کیا ایسا کرنا احمق پن کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک معتبر اور معتمد احادیث سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی تلقینِ ذکرِ خفی اور جلی سے ثابت ہے۔ یہ گروہ حدیث انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن او جانب الیمن کے بارے میں بھی کہتا ہے کہ اس کی کوئی اصلیت معلوم نہیں ہوتی۔

علماء کے دوسرے گروہ کے نزدیک یہ دونوں واقعات درست ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تذکرۃ الاولیاء) مولانا سید محمود شیخانی قادری مدنی (مصنف حیوٰۃ الذاکرین) شیخ عبداللہ مطری (مصنف نورِ احمد) اور دیگر علماء جنہوں نے اپنی تصانیف میں ان واقعات کو تحریر کیا ہے حضرات کاملین میں سے تھے۔ ان کو علوم باطنی اور کشف کرامات کے علاوہ علومِ ظاہری میں بھی دسترس وکمال حاصل تھا۔ انہوں نے ان واقعات کو پوری تحقیق کے بعد ہی لکھا ہوگا اگر پھر بھی ان روایات کو معتبر نہ مانا جائے تو گویا ان بزرگوں کی ولایت اور کمالِ علمی سے انکار کرنا ہے اور ایسے اعتقادات سے معصیت اور ضلالت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے ان کی یہ بھی دلیل ہے کہ ممکن ہے مشائخ کو یہ روایات سینہ بہ سینہ پہنچی ہوں اور بعض لوگوں کے احاطہ علم میں نہ آئی ہوں۔ واللہ اعلم۔

دندان شکنی کے واقعہ کی بابت عقل اور عشق کے متضاد تقاضے ہیں عقل شعور بیداری تدبیر سازی، حیلہ سازی اور تمیز وفکر کی راہ دکھاتی ہے جبکہ اس کے برعکس عشق ایک جذبہ ہے جنوں ہے جس کا عقل سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ جذبہ محبّ سے محبوب کے لیے ہر قسم کی بے دھڑک قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔

عشق وہ آگ ہے غالب
جو لگانے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشہ لب بام ابھی

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین وآسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

عشق مجازی کو ہی لیجیے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی ایک جھلک دیکھ کر زنانِ مصر پر سکر کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ سیب کاٹنا بھول گئیں اور اپنے ہاتھوں اپنی ہی انگلیاں کاٹ ڈالیں لیلےٰ ومجنوں کے عشق کے بھی بڑے چرچے ہیں۔

حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشقِ رسول میں فنا تھے ان پر جذب وسکر اور استغراق کا غلبہ ہر وقت طاری رہتا تھا۔ اگر دنیاوی عشق میں مجنوں اپنی محبوبہ پر مر مٹنے کے لیے گریزاں نہ تھا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے سچے عاشقِ رسول سے یہ کیونکر بعید ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے محبوب کے عشق میں اپنے دندانِ مبارک شہید کرنے سے تامل اور گریز کرتے۔

باب 8

ہرم بن حیان سے ملاقات

حضرت ہرم بن حیان (یا حبان) تابعین میں سے تھے آپ صفائی کی شمع اور وفائے عہد کی کان تھے۔ آپ طریقت کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت کا شرف پایا تھا۔ آپ نے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا قصد فرمایا اور قبیلہ قرن کے پاس تشریف لے گئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ پھر مکہ مکرمہ آئے لیکن حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں بھی نہ ملے تو کوفہ چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے اور آپ کی تلاش کرتے رہے لیکن وہاں بھی حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی ملاقات نہ ہو سکی تو بصرے کے ارادے سے نکل پڑے تو راستے میں دریائے فرات کے کنارے پر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی ہرم بن حیان بیان کرتے ہیں:

''جب میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے دریائے فرات کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کر رہا ہے اور کپڑے دھو رہا ہے۔ میں نے علامات سے پہچان لیا۔ چہرہ گندم گوں، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا، بدن پر بہت زیادہ بال، فربہ اندام، چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا اور بدن پر صوف کا ازار (پاجامہ) اور صوف کی چادر تھی۔ قریب پہنچ کر میں نے سلام کیا اور ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے کہا خدا آپ کو زندہ رکھے۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا آپ پر رحمت فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے تمہارا کیا حال ہے۔؟ ان کا حالِ زار دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے۔ اور فرمایا اے ہرم بن حیان! خدا تم پر رحم کرے۔ تم کو میرا اور میرے باپ کا

نام کس نے بتایا؟ میں نے کہا اللہ نے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے پہلے نہ میں نے ان کو دیکھا تھا اور نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا کیونکہ اس سے قبل کبھی شناسائی نہ تھی۔ انہوں نے فرمایا:

روحوں کا تعارف

جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں تو میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کے بھی جان ہوتی ہے۔ مومنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملے ہوں اور ان میں کوئی تعارف نہ ہو اور نہ ان کو ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہو پھر بھی وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور خدا کی روح کے وسیلہ سے باتیں کرتے ہیں خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔"

محدث نہ مفتی

آپ کو شہرت سے اجتناب تھا۔ پوشیدہ رہنا پسند کرتے تھے۔ ہرم کہتے ہیں پھر میں نے کہا "نبی مکرم ﷺ کی کوئی حدیث اور روایت سنائیں۔ تا کہ میں اس کو یاد رکھوں۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نہ زیارت کی اور نہ آپ ﷺ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا۔ ہاں ان لوگوں سے ملا جو آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھے تھے اور ان کے توسط سے وہ احادیث بھی سنیں جو تم لوگ سنتے ہو لیکن میں محدث نہیں اور نہ قاضی و مفتی بننا چاہتا ہوں۔ مجھے میرے نفس کا شغل ہی بہت ہے۔"

پُر تاثیر قرأت اور خوفِ الٰہی

یہ جواب سن کر میں نے عرض کیا تو پھر کتاب اللہ (قرآن) کی ہی کچھ آیات سنا دیجئے مجھے آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے۔ میں خدا کے لیے آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ میرے لیے دعا فرمایئے اور کچھ وصیتیں کیجئے تا کہ میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں میری درخواست سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرات کے کنارے چلے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ٥

بروایت دیگر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سورہ دخان کی 38 تا 44 آیات تلاوت فرمائیں اور چیخ مار کر رونے لگے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ ان کو غشی آ گئی ہے۔ پھر فرمانے لگے۔

''میرے رب کا قول ہے اور اسی کا قول حق ہے۔ میرے رب کی حدیث ہے اور اسی کی حدیث سچی ہے۔ میرے رب کا کلام ہے اور اسی کا کلام بہتر ہے۔''

جب کلام پاک کی کوئی آیت پڑھتے تو رونے لگتے اور پھر دوسری آیت پڑھنے لگ جاتے۔ آخر میں سورہ دخان کی 38 تا 44 آیات تلاوت فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر

ہرم بن حیان کہتے ہیں پھر مجھ سے فرمانے لگے۔

''اے ہرم! تیرا باپ مر گیا۔ اور تو بھی عنقریب مرے گا پھر جنت میں جائے گا یا دوزخ میں۔ آدم علیہ السلام مر گئے۔ حوا بھی مر گئیں نوح علیہ السلام اور ابراہیم خلیل الرحمٰن بھی۔ موسیٰ علیہ السلام بھی۔ داؤد خلیفۃ الرحمٰن بھی اور محمد رسول الرحمٰن بھی مر گئے۔ ابوبکر خلیفۃ المسلمین مر گئے۔ اے میرے بھائی عمر بن خطاب بھی مر گئے۔ یہ کہہ کر ہائے عمر۔ ہائے عمر۔ ہائے عمر کا نعرہ لگایا۔

ہرم کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آخری زمانہ تھا میں نے کہا وہ تو نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں۔'' کہنے لگے۔ ''نہیں مر گئے۔ اللہ نے ان کی موت کی خبر مجھ کو دے دی۔'' پھر انہوں نے دعا کی۔ فرمانے لگے۔

وصیت

''اے ہرم! میں تجھ کو کتاب اللہ کی وصیت کرتا ہوں اور موت کو یاد دلاتا ہوں۔ اسے کبھی نہ بھولنا۔ جب واپس جانا تو اپنی قوم کو بھی سکھانا۔ اور اپنی جان پر زحمت اٹھانے میں دریغ نہ کرنا۔ جماعت کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ دین ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور جب تم مرو گے تو

قیامت کے دن دوزخ میں جانا ہوگا۔"

پھر منہ اوپر اٹھایا اور کہا کہ:

"اے اللہ! اس کا خیال یہ ہے کہ یہ میرے ساتھ خالص تیرے لیے محبت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ملنے آیا ہے۔ اس کو جنت میں داخل کرنا کہ وہاں بھی میری زیارت کو آئے۔ اس کو تھوڑی دنیا پر رضامند رکھنا اور عافیت میں رکھنا اور نعمتوں کا شکر گزار بنانا۔"

"اے ہرم! خدا حافظ: آج کے بعد پھر میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم میری جستجو میں ہو۔ نہ میری بابت کسی سے سوال کرنا میں تمہیں یاد رکھوں گا اور انشاء اللہ تمہارے حق میں دعا کرتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ میرا ساتھ چھوڑ کر ایک طرف نکل گئے۔ اس وقت سے نہ میں نے ان کو دیکھا نہ ان کی خبر سنی (حِلیۃ اولیاء از حافظ ابو نعیم ترجمہ علامہ اسلم جیراجپوری مصنف نوادرات)

وفات

حضرت خواجہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بارے میں متضاد اور مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق آپ طبعی موت سے ہمکنار ہیں۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ آپ نے جہاد میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کیا۔ پھر جام شہادت کا واقعہ بھی مختلف جگہوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ دونوں قسم کی روایات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سب سے پہلے ان روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے مطابق آپ نے طبعی وفات پائی۔

بیماری کی وفات

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ "شواہد النبوۃ" میں ہرم بن حیان کی روایت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ آذربائیجان (18ھ) میں شرکت کے لیے گئے اور وہاں انہوں نے راستے میں اسہال (دست) کی بیماری سے انتقال فرمایا ان کے احباب نے قبر کھودنی چاہی تو پتھر میں کھدی کھدائی قبر مل گئی تو اس قبر میں دفنا دیا واپسی پر قبر کا نشان مٹ چکا تھا۔ (ذکر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور میں لکھتے ہیں کہ دستوں کی بیماری سے بحالتِ سفر فوت ہوئے اس وقت ان کے جسم پر دو کپڑے تھے جو دنیاوی کپڑوں میں سے نہ تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق کپڑے ایسے نہ تھے جن کو آدمی بنتے ہیں۔ پھر دو آدمی ان کی قبر کھودنے گئے مگر انہیں پتھر میں کھدی ہوئی قبر مل گئی ایسی تازہ کھدائی ہوئی کہ ابھی کھودی گئی ہو۔ پھر ان کی تجہیز و تکفین کی گئی اور قبر میں دفن کر کے وہاں سے چلے۔ پھر وہاں گئے تو قبر کا نشان تک نہ تھا۔

شہادت کی موت

اکثر و بیشتر روایات میں ہے کہ آپ نے شہادت کی موت پائی۔

(1) مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ شریف اردو ص 895) میں لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا تا آنکہ جنگ نہاوند (ایران) (22ھ/642ء) میں شہید ہو گئے۔

(2) مظاہر حق جدید کے صفحہ 895 پر سعید بن مسیب کی روایت درج ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال حج کے موقع پر اہل قرن کو منیٰ میں ممبر پر کھڑے ہو کر پکارا اور ان سے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کر کے ان کو اپنا سلام بھیجا۔ جب وہ لوگ واپس یمن گئے تو وہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ریگستان میں ملے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے میرا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دے دی۔ السلام علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ اور یہ کہہ کر جنگل میں جا گھسے اور مدتوں کسی نے ان کا نام و نشان نہ پایا۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں پھر نمودار ہوئے۔ اور ان کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ صفین (37ھ) میں شہید ہو گئے۔

(3) طبقات ابن سعد جلد ششم اردو (ص 182) میں لکھا ہے کہ جب سے آپ کی حقیقت

لوگوں پر ظاہر ہوئی تھی اور آپ کی عظمت وشان کا پتہ چلا تو اس وقت سے آپ ایسے روپوش ہوئے کہ بس جنگ صفین (37ھ) میں ہی لوگوں نے انہیں دیکھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی یعلٰی کا بیان ہے کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے پکارا کہ تم میں کوئی اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں ہے۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین میں سے ہے۔'' پھر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور (علوی) لشکر میں شامل ہو گیا۔

(4) علامہ اسلم جیراجپوری نے نوادرات ص 65 پر لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں اہل یمن کو پکارا اور ان کے ذریعے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے میری تشہیر کر دی۔ س کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ظاہر ہوئے اور جنگ صفین (37ھ) میں ان کے ساتھ شرکت کی اور اسی میں شہید ہو گئے دیکھا تو جسم پر چالیس زخم تھے۔

علامہ موصوف نے فٹ نوٹ (حاشیہ) پر مزید لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی نسبت نبی ﷺ کی پیش گوئی ''اقتلہ الفئۃ الباغیہ'' حدیث میں وارد ہے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اب بروایت زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تابعین کے سردار اور ولی کامل حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک جنگ تھے جن کی وجہ سے بعض حق پرست شامی کوفیوں میں شامل ہو گئے تھے۔

(5) سیر الصحابہ جلد 13 میں شاہ معین الدین احمد ندوی ص 54 پر اصابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کو (خواجہ اویس القرنی) راہِ خدا میں شہادت کی بڑی تمنا تھی اور اس کے لیے وہ دعا کیا کرتے تھے۔ خدا نے جنگ صفین میں ان کی یہ آرزو پوری کر دی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں شہادت پائی۔

(6) دائرہ معارف اسلامی صفحہ 571 پر ابن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ساتھ شرکت کی۔

(7) کشف المحجوب (اردو) صفحہ 137 حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری نے لکھا ہے کہ ایک روز ہرم بن حیان نے ان کو دیکھا پھر اس کے بعد ان کو کسی نے نہ دیکھا اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ اٹھا تو تب وہ وہاں آ گئے۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حربِ صفین کے روز آپ کے دشمنوں (حضرت امیر معاویہ کے لشکر) کے ساتھ لڑ کر شہادت پائی۔ عَاشَ حَمِیْدًا وَمَاتَ شَہِیْدًا (زندہ رہے تو حمد کے لائق اور مرے تو شہادت کی موت)

(8) اُسد الغابہ اردو جلد اول صفحہ 213 پر ابوالحسن الجزری بن اثیر نے لکھا ہے کہ ہشام کلبی نے بیان کیا ہے کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑ کر شہادت پائی۔

(9) شرح صحیح مسلم شریف حیواۃ الذاکرین از مولانا سید محمود شیخانی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ اولالیاء از شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ، شرح مشکواۃ شریف (اسمۃ المعات) میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی جنگ صفین میں شہادت کی تائید کی ہے۔

صفین ایک جنگل کا نام ہے اور صفین بروزن سجین ایک جگہ کا نام ہے جو رقہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ جہاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکروں درمیان رجب 37ھ میں جنگ ہوئی۔ جنگ نہاوند اور آذربائیجان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں 642ء (22ھ) اور 643ء (22ھ) میں لڑی گئیں۔ اگر حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ نہاوند یا جنگ آذربائیجان میں شہادت یا وفات پائی ہوتی تو جنگ صفین جو کہ رجب 37ھ میں لڑی گئی میں کیسے شرکت کر سکتے تھے۔

بیشتر روایات میں حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ہاتھ پر جنگ صفین سے قبل بیعت کرنا جنگ صفین میں علوی لشکر کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف لڑنا اور شہادت پانا ثابت ہے۔ اور یہ درست بھی ہے کہ آپ نے جنگ صفین میں شرکت اور شہادت فرمائی۔

مزارات

جس طرح آپ کی وفات کے بارے میں اختلافات پائے گئے ہیں اسی طرح آپ کے مزارات کے متعلق بھی متضاد روایات ہیں۔

چونکہ آپ کی وفات کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ آپ جنگ نہاوند میں شہید ہوئے اس لیے آپ کا مزار نہاوند (ایران) میں ہونا چاہیے تھا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے آذربائیجان کے معرکہ میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں بعارضہ اسہال وفات پائی تھی اور آپ کی قبر آذربائیجان کے راستہ میں ہونی چاہیے تھی لیکن کہا گیا ہے کہ آپ کی قبر کا نام ونشان مٹ گیا تھا۔ تیسری روایت جو مبنی بر حقیقت اور مستند سمجھی جاتی ہے کہ آپ نے جنگ صفین میں شہادت پائی اس لیے یقیناً آپ کی قبر صفین میں ہونی چاہیے تھی لیکن وہاں بھی آپ کی قبر نہیں ہے۔ آپ کے مزار کے بارے میں مختلف بیانات ہیں۔ آپ کا مزار کئی جگہوں پر ہونا ثابت ہے اور جہاں بھی آپ کا مزار مشہور ہے آپ کے مزار سے کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ مختلف مقامات پر آپ کے سات مزار پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) آپ کا مزار ٹھٹھہ سندھ پاکستان میں واقع ہے اور اکثر درویش اس مزار پر چلہ کشی کرتے ہیں اور آپ کی روحانیت سے مستفید اور مستفیض ہوتے ہیں۔

(2) آپ کا ایک مزار یمن میں بندرگاہ زبید میں بھی واقع ہے۔ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کا شہر مخا زبید میں مکان تھا جس میں آپ رہا کرتے تھے۔ یہیں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور دفن کیے گئے تھے۔ حاجی لوگ آپ کے مزار کی زیارت سے مشرف ہو کر آتے ہیں۔

(3) آپ کا ایک مزار عراق میں سرحدِ ایران کے قریب واقع ہے۔

(4) آپ کا ایک مزار غزنی (افغانستان) میں بھی ہے۔

(5) علامہ الحاج خدا بخش اظہر شجاع آبادی نے اپنے سفر نامے میں آپ کا مزار ملک شام میں تحریر کیا ہے۔

آپ کے متعدد مزارات ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ حالت سکر و مستی میں بیٹھے تھے تو چھ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ پر اس وقت غلبہ روحانی طاری تھا۔ آپ نے مغلوب الحالی میں ان درویشوں پر ایسی نظر ڈالی کہ سب کو اپنا سا بنا دیا ان کی ہیئت بدل گئی اور سب خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمشکل ہو گئے۔ پھر کسی نے نہ پہچانا کہ اصل اویس کون ہے۔ یہ درویش جہاں اور جس مقام پر گئے لوگوں نے یہی جانا کہ یہ حضرات اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی قبر بھی حضرت خواجہ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ لیکن اصل حقیقت خدا ہی جانتا ہے کہ اصل حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کون سی ہے اور کہاں ہے۔

غرضیکہ اس طرح مختلف مقامات پر آپ کے سات مزار ہیں۔ اختلافِ مزار کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ جیسا کہ روایت ہے کہ آذربائیجان کے راستہ میں آپ کا مزار بنایا گیا تھا لیکن آپ کے دفن ہونے کے بعد قدرتِ خداوندی سے آپ کی قبر کا نشان مٹ گیا لیکن آپ کی شہادت کے بارے میں آچکا ہے کہ آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے تو پھر آذربائیجان کے راستے میں قبر کا کیا سوال رہ جاتا ہے۔

شاید قدرت کو آپ کے مزار شریف کو پوشیدہ اور مستور رکھنا ہی مقصود و مطلوب ہو۔

(واللہ اعلم)

باب 9

کراماتِ اولیاء اللہ

انسان اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات کا مظہر ہے۔ جب بندۂ خدا ریاضت و عبادت کے تزکیہ باطن و تہذیبِ اخلاقِ نفسانیہ اور خروجِ خواہشاتِ بشریہ سے فارغ ہو کر ذاتِ حق میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ غیر حق اس کی نظر میں نہیں سماتا تو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اخلاقِ خداوندی اس میں آ جاتے ہیں اور صفاتِ واسمائے الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس میں ایسی قوت و توانائی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ عالم کون و فساد میں جمیع صفات واسمائے حق کے ساتھ مثلِ تصرفِ حق سبحانہ جس طرح چاہتا ہے قوت و استعداد کے مطابق تصرف رکھتا ہے۔

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مرسلہ کتب میں فرمایا ہے کہ "فرزندِ آدم میں وہ خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس چیز کے ہونے کا حکم دیتا ہوں وہ ہو جاتی ہے تو میری فرماں برداری اور اتباع کر تو تجھ کو بھی اس صفت سے متصف کر دوں گا پھر اگر تو بھی کسی چیز کو کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔" ذاتِ باری تعالیٰ نے انبیاء کرام اولیاء کرام اور محبوبانِ خاص کو اس صفت سے مشرف فرمایا ہے۔

علماء کرام نے خرق عادت کی بہت سی اقسام کا ذکر کیا ہے جو خدائے وحدہٗ لاشریک کے محبوب بندگان کا خاصہ ہیں مثلاً ایجاد معدوم، اعدام موجود، اظہار امر مستور، ستر امر ظاہر، استجاب دعا، قطع مسافت اندر مدتِ اندک، اطلاع امور غیبیہ، آن واحد میں مختلف مقامات پر حاضر ہونا، مردہ کا زندہ کرنا، زندہ کو مارنا، حیوانات نباتات اور جمادات کی تسبیح وتہلیل کی آواز سننا، بغیر سبب ظاہر کھانے پینے کی چیزیں منگوالینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، تسخیرِ وحشی جانوراں، قوتِ بدنی کا اس قدر اضافہ کر لینا کہ پاؤں مار کر درخت کو جڑ سے اکھاڑ ڈالنا، کسی

دیوار پر ہاتھ مار کر اسے ریزہ ریزہ کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بندگان محبوب گروہِ انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور دیگر ذکی ومطہر القلوب اور پاکیزہ نفوس اہل ایمان میں ایسی قوت واستعداد اور تاثیر وکشش پائی جاتی ہے کہ قرب وبُعد کی مسافت بے حیثیت ہو جاتی ہے۔ حجاباتِ عالم بے معنی ہوتے ہیں اور ان کی نگاہِ پُر تاثیر کا یہ عالم کہ جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا اور تقدیر بدل ڈالی۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

خواجہ ہند حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تاثیر وطاقت کا ایک واقعہ ان ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر آپ نے "انیس الارواح" میں کیا ہے آپ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کا دعا گو معین الدین حسن سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنید کی مسجد میں اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی پابوشی سے مشرف ہوا۔ اس وقت روئے زمین کے مشائخ کبار حاضرِ اقدس تھے۔ جب اس درویش نے سرِ نیاز زمین پر رکھا پیر ومرشد نے ارشاد فرمایا۔ دو رکعت نماز ادا کر، میں نے ادا کی، پھر فرمایا قبلہ رو بیٹھ، میں بیٹھ گیا، پھر حکم ہوا سورہ بقرہ پڑھ، میں نے پڑھی، فرمان ہوا، اکیس بار درود شریف پڑھ، میں نے پڑھا، پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ آتا کہ تجھے خدا تک پہنچا دوں۔" بعد ازاں مقراض (قینچی) لے کر دعا گو کے سر پر چلائی اور کلا چہار ترکی اس درویش کے سر پر رکھی اور گلیمِ خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ہمارے خانوادہ میں ایک شبانہ روز مجاہدہ کا معمول ہے۔ تو آج رات اور دن مشغول رہ۔ یہ درویش بموجب فرمان عالی مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضرِ خدمت ہوا ارشاد ہوا۔ آسمان کی طرف دیکھ، میں نے دیکھا، فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے، عرض کیا عرش اعظم تک، پھر فرمایا زمین کی

طرف دیکھ، میں نے دیکھا، استفسار کیا، کہاں تک دیکھتا ہے، عرض کیا۔ تحت الثریٰ تک، فرمایا ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ، میں نے پڑھی، فرمایا، پھر آسمان کی طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا، پوچھا کہاں تک دیکھتا ہے۔ عرض کیا حجابِ عظمت تک فرمایا آنکھیں بند کر، میں نے آنکھیں بند کرلیں، پھر فرمایا کھول، میں نے کھول دیں، پھر مجھے انگلی دکھا کر پوچھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا اٹھارہ ہزار عالم۔

یہ خواجہ ہند کی نگاہِ پرتاخیر کا کمال تھا کہ قیام ہند کے دوران جس کافر پر آپ کی نگاہ پڑی وہ قدموں میں گر پڑا اور کلمہ حق پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور جس کی نظر خواجہ ہند کے چہرہ مبارک پر پڑی اس کی تقدیر بھی بدل گئی اور اس کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔ اس طرح 90 لاکھ کفار ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کمال سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ ان کی تیغِ ابرو کی کاٹ کا نتیجہ تھا۔ کہ پرتھوی راج کے سرکاری جادوگر شادی دیو اور آجے پال جیسے سرغنہء کفر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان کے اسلامی نام سعدی اور عبداللہ تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی قاہرانہ قوت اور روحانی سطوت کی یہ عظیم فتح تھی جس نے دارالکفر ہندوستان کی زمین ہلا دی۔

عبادت و ریاضت اور مجاہدات اور ذکر وفکر سے تزکیہ نفس اور تطہیرِ قلب ہوتی ہے۔ یہ عمل روح کی غذا ہے ریاضت و عبادت اور ذکر و فکر سے روح طاقت پکڑتی ہے۔ بندۂ مومن کی یہ روش اور معمول کی کیفیت جب اس سطح اور مقام پر پہنچ جائے کہ وہ ذاتِ حق میں ایسا مستغرق ہو جائے کہ غیر حق اس کی نظر میں نہ سما سکے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے جس کی تشریح اور وضاحت امام نووی کی ''اربعین نووی'' میں حدیث نمبر 38 میں کی گئی ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی رکھی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے

نزدیک ان اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہے جو میں نے اس پر فرض کیے۔اور ہمیشہ میرا بندہ میرا قرب نوافل کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضرور عطا کروں گا۔اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دوں گا۔(رواہ البخاری)

ذاتِ باری تعالیٰ جو قوت کا سرچشمہ ہے جب بندۂ مومن کا تعلق (Conection) اس سے جڑ جاتا ہے اور اسے قربِ خداوندی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر بُعد اور حجابات کیسے؟ شاید علامہ اقبال نے بندۂ مومن کے اسی مقام و مرتبہ کے بارے میں یہ شعر کہا تھا۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

شاعر مشرق نے خودی کا سرنہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ بتا کر بندۂ مومن کو قربِ الٰہی کے حصول کا راز بھی بتا دیا ہے جو محبوبانِ الٰہی کی راہ وروش ہے۔

کراماتِ خواجہ قرن

خودی کے سرِ نہاں راز شناس محبت و عشق الٰہی میں سرمست اور فنافی اللہ اور عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار خیر التابعین حضرت خواجہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1۔ پرندہ

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن رات سے کھانے کو کوئی چیز نہ ملی تھی۔ چلتے چلتے راستے میں پیاز کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ملا۔اٹھا کر کھانا چاہا تو معاً خیال آیا کہ حرام نہ ہو اور پھینک دیا۔آسمان پر دیکھا تو ایک پرندہ اڑتا ہوا دکھائی دیا جس کی چونچ میں روٹی کی ٹکیہ تھی۔ پرندہ پکار رہا تھا کہ اے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ تو نے پیاز کو حرام سمجھ کر پھینک دیا اس

لیے خدا کی بھیجی ہوئی یہ روٹی لے اور آرام کر۔

2۔ملائکہ کا پہرہ

یمن میں اونٹوں کو بھیڑیے مل کر کھا جایا کرتے تھے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے فکر نماز میں مشغول رہتے تھے اور بھیڑیے ان کے اونٹوں کی طرف رخ بھی نہ کرتے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ کے اونٹوں کو ملائکہ چراتے اور ان کی نگہبانی کرتے تھے۔

3۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر

حضرت ہرم بن حیان تابعی ایک دن حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ ہرم سے محوِ گفتگو تھے کہ اپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ تو زندہ ہیں آپ نے فرمایا نہیں وہ مر گئے ہیں۔ اللہ نے ان کی موت کی خبر مجھ کو دے دی۔ حضرت ہرم کہتے ہیں کہ بعد میں مدینے پہنچا تو مجھے اس خبر کی تصدق ہوگئی (نوادرات)

4۔غیبی بکری

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین شب و روز سے فاقہ سے تھے۔ راستہ میں پڑا ایک دینار دیکھا لیکن اٹھایا نہیں کہ شاید کسی کا گر گیا ہو۔ جنگل کی گھاس کھا کر گزارا کرنے لگے۔ اچانک ایک بکری منہ میں گرم روٹی لے کر نمودار ہوئی اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے یہ خیال کر کے کہ نا معلوم کس کی روٹی اٹھا لائی ہے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا بکری نے زبان حال سے گویا ہو کر عرض کیا کہ میں بھی اسی کی مخلوق ہوں جس کے تم ہو تو پھر خدا کی بندی سے خدا کی دی ہوئی چیز کیوں نہیں لیتے۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بکری کا یہ کلام سنا تو روٹی لینے کے ہاتھ بڑھایا۔ روٹی خود بخود میرے ہاتھ آگئی اور بکری غائب ہوگئی۔

5۔غیبی کفن۔

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عمر کے آخری ایام میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور کچھ دن آپ کی خدمت میں رہے پھر جنگ صفین میں شریک ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت (امیر معاویہ کے خلاف) لڑتے ہوئے شہادت کے مرتبہ کو پہنچے۔ بعض احباب نے آپ کے لیے قبر کی تیاری کی مگر سامی کی جگہ پتھر آ گیا جسے کاٹنا مشکل تھا مگر غائب (قدرت الٰہی) سے پتھر میں شگاف پڑ گیا۔ اور آپ کے لیے لحد بن گئی۔ آپ کے کفن کے لیے کپڑے کی ضرورت ہوئی تو آپ کے صندوقچہ کو کھولا گیا تو کفن کا کپڑا پایا مگر اسے کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنایا تھا اس کفن میں آپ کو دفن کیا گیا۔

6۔دریا میں نماز

زہرہ الریاض ص 57 حکایت نمبر 57 میں حضرت حبیب بن سہیل فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کشتی پر سوار تھا جس میں سوداگران کا سامان لدا ہوا تھا۔ اتفاقاً طوفان آنے سے کشتی میں پانی بھر گیا۔ ایک مرد خدا کمبل اوڑھے ہوئے اطمینان سے کشتی سے باہر آیا اور پانی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا گویا اسے ہماری حالت کی مطلق خبر نہ تھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو ہم نے التجا کی کہ ہمارے حق میں بھی دعا کیجئے۔ فرمایا کس لیے۔ ہم نے کہا آپ کو خبر نہیں کہ کشتی ڈوب رہی ہے۔ فرمایا سب اللہ کا قرب ڈھونڈو۔ ہم نے کہا کس طرح۔ کہا ترکِ دنیا سے۔ ہم نے کہا ہم نے ترک دنیا کی۔ فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کشتی سے باہر آ جاؤ۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور کشتی سے باہر آ گئے۔ ہم سب پانی پر چلنے لگے۔ ہماری تعداد سو تھی۔ کشتی سے نکلنے کے بعد کشتی بمعہ مال واسباب کے ڈوب گئی۔ فرمایا کہ تم دنیا کے خوف سے آزاد ہو گئے ہو اور پانی سے نکل کر اپنی اپنی منزل کی طرف چل دو۔ ہم نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا اویس قرنی ہوں۔ ہم نے عرض کیا کشتی میں جو مال و اسباب تھا وہ مدینہ کے فقیروں کے لیے تھا۔ اس کو ایک شخص مصر سے لایا تھا۔ کیونکہ آج کل مدینہ میں سخت قحط پڑا

ہوا ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر وہ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں دے دے تو کیا تم سارے کا سارا مدینہ کے فقراء میں تقسیم کر دو گے۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو پھر انہوں نے دو رکعت پڑھی اور دعا مانگی تو وہ کشتی بمعہ مال واسباب کے پانی کی سطح پر ابھر آئی اور ہم سب اس پر سوار ہو گئے اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے غائب ہو گئے ہم سب خیر و عافیت سے مدینہ پہنچ گئے۔ تمام مال واسباب مدینہ کے فقراء میں تقسیم کر دیا۔

7۔ قیامت میں بھی مخفی

حضور سرور دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں ستر ہزار ملائکہ آپ کو اپنے جلو میں لے کر جنت میں داخل ہوں گے تا کہ اس عاشق رسول (ﷺ) کو کوئی پہچان نہ سکے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

8۔ کرامات ہی کرامات

عام طور پر سنا جاتا ہے کہ جہاں جہاں بھی آپ کا مزار قرار دیا گیا ہے وہاں کرامات و خوارق بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

9۔ حضور ﷺ کی مدح خوانی

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کو کائنات اور خود خالق کائنات بیان کرتے ہیں لیکن نبی مکرم سرور عالمیان ﷺ سیدنا حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات کے مدح خواں ہیں۔

انسان نے سائنسی علوم پر شب و روز کی محنت تحقیق و ریسرچ کی بدولت مشاہدات و تجربات سے حیران کن انکشافات کئے ہیں۔ انسان مادہ سے حاصل شدہ انرجی سے کیا کیا کام لے رہا۔ ویوز اور شعاعوں کی متعدد اقسام کی دریافت کی بدولت ان گنت اسرار و رموز سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ میڈیکل سائنسز نے انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا الیکٹرانک میڈیا نے دنیا کو گلوبل ویلیج بنا دیا ہے۔ مواصلاتی ایجادات اور کمپیوٹر کی دریافت نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کو ایک نئی جہت عطا کر دی ہے۔ آپ دنیا کے جس کونے میں ہوں

جہاں چاہیں رابطہ کر سکتے ہیں۔ سائنس کے اس جدید دور میں روس کا کمیونسٹ یا امریکہ کا لادین شخص سائنسی کرامات دکھا سکتا ہے تو بندۂ مومن کے لیے کیا یہ بات مشکل ہے۔ ڈاکٹر ہارٹ ورگ اپنی تصنیف "نئی تحقیقات اور قرآن" میں لکھتا ہے کہ:

"ہمیں یہ جان کر متعجب نہیں ہونا چاہئے کہ تمام سائنسوں کا منبع قرآن ہے۔"

قرآن جو تمام سائنسوں کا منبع ہے اہل ایمان کو اس پر تحقیق و تدقیق کرنے سے کائنات کے سربستہ رموز و اسرار کا انکشاف ہو سکتا ہے۔

اولیاء کرام کے کشف و کرامات کے واقعات من گھڑت نہیں۔ بلاشبہ ان پاکیزہ النفس اور مقدس ہستیوں کو (جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی قوتیں اور توانائیاں ودیعت کی گئی ہیں جو کسی نہ کسی حد تک تصرف کی استعداد بھی رکھتی تھیں اور اب بھی رکھتی ہیں۔ وہ ریڈیائی لہروں کی کوئی بھی شکل یا کوئی بھی جسم (Medium) جسے باطن کی آنکھ کہہ سکتے ہیں ہو سکتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بھی زیادہ تیز رفتار محیر العقول ذرائع ہیں جن کا انسان ابھی تک ادراک نہیں کر سکا۔ نبی مکرم ﷺ کو براق کے ذریعے چند لمحات میں آسمانوں کی سیر کرا دی تھی۔ واقعہ معراج النبی کی حقیقت کو سائنسی حقائق کی روشنی میں آئن سٹائن نے درست تسلیم کیا ہے۔ سائنسی تحقیقات کا دائرہ جوں جوں وسیع ہوگا کائنات کے راز بھی افشا ہوتے چلے جائیں گے۔ چونکہ انسان نے زیادہ محنت مادی علوم پر کی ہے اس لیے اسے زیادہ تر کامیابیاں اسی میدان میں ہوئی ہیں اگر انسان خصوصاً بندۂ مومن روحانیت پر اسی انداز سے محنت کرے اسے مادی علوم پر تحقیق کی نسبت روحانی علوم پر تحقیق و تجربات سے بہت زیادہ کشف اور کامیابیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ مغرب نے جو سائنسی ترقی ایجادات اور انکشافات کئے ہیں ان کی تحقیق کی بنیاد و اساس اور ماخذ قرآن ہی ہے۔

اولیاء کرام اور مشائخ جو مقربین اور محبوبانِ الٰہی ہیں (انبیاء کرام کے بعد) بنی نوع انسان کے لیے گائیڈ (مرشد و رہنما) ہیں ان سے کشف و کرامات اور تحیرات سے بھرپور

واقعات کا وقوع پذیر ہونا نہ ہی غلط ہو سکتا ہے اور نہ ہی عجیب۔ ان واقعات کو چیک کرنے کے لیے پاس شریعت کے اصول وضوابط ہیں جن پر عمل پیرا ہونا بہرحال مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ قرآن وسنت کو معیار اور نبیاد بنا کر قدم اٹھایئے ذات باری تعالیٰ کی رحمتیں اپنے پاک طینت بندوں پر سایہ فگن ہونے کے لیے بے قرار اور بے چین ہیں۔ کشف و کرامات کے موضوع پر سائنٹیفک بحث اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب 10

جدید سائنس اور تصوف الگ نہیں

(ماخذ از عزمِ نو اسلام نمبر)

خالق کائنات کی بہترین تخلیق انسان ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو علم کا تحفہ عطا فرما کر اسے تمام مخلوقات میں اشرف و افضل قرار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان مسلمان اور پیغمبر تھے۔ نسل آدم کی رشد و ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں انبیاء و رُسل مبعوث ہوتے رہے اور یہ سلسلہ سرور انبیاء حضور اکرم ﷺ پر ختم ہوا۔ بعض انبیاء اور رسولوں کو صحائف اور بعض کو کتب کا عطیہ ملا۔ انبیاء اور رُسل کو معجزات خصوصی سے نوازا گیا۔ انبیاء کرام اور رسولوں کے حواریوں صحابہ کرام اور بعض اہلِ ایمان میں سے اللہ تعالیٰ مقربین و محبوبان کو کشف و کرامات کی استطاعت و استعداد ودیعت فرمائی۔ کشف و کرامات کے محیط و محور اور محبوب بندگانِ خدا کا محبوب طریقِ زندگی اور مشغلہ تصوف ہے۔ تصوف کا مسئلہ کچھ متنازعہ سا بنا رہا ہے کیونکہ کشف و کرامات کے محیر العقول واقعات کا ہر کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ بعض لوگوں نے تصوف کو عین اسلام قرار دیا ہے اور بعض تصوف کو حدفِ تنقید بناتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نزدیک تصوف کے مختلف مثلاً مراقبہ، مکاشفہ، ریاضت، اوراد و وظائف اور پیر مقامات وغیرہ محض تصوراتی باتیں ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان چیزوں کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ تصوف معاشرے کو بے عملی کی راہ پر ڈالتا ہے اور ایسے لوگ مذہبی عقائد اور باتوں کو بھی سائنس کی کسوٹی پر بلا محنت پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ فہم و ادراک سے کام لیں تو انہیں یہ بات ماننی پڑے گی کہ تصوف بھی سائنس ہے اور یہ سائنس قدرت نے آج سے چودہ سو سال پہلے روحانی اور بیانی طور پر افشا اور متعارف کر دی تھی۔ اس طرح کشف و

کرامات بھی سائنسی اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ اسلام کا سرچشمہ ہدایت قرآن کریم خدا کا بہت بڑا معجزہ اور تمام سائنسوں کا مجموعہ و مخزن ہے جو نسلِ آدم کی رہنمائی اور فلاح و بہبود کے لیے چودہ سو سال قبل نبی آخرالزمان ﷺ پر نازل ہوا۔ کیا لاتعداد ایسے لوگ نہیں ہوئے جنہوں نے خدا تعالیٰ کے معجزے "قرآن پاک" کا انکار نہیں کیا؟ جدید سائنسی تحقیقات قرآن میں بیان کردہ حقائق کو تسلیم کر رہی ہے۔ جیسے جیسے سائنس کی تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے اور انسان پر اسرار و رموز کے دروازے کھل رہے ہیں جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر ہارٹ ورگ "نئی تحقیقات اور قرآن" میں انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"ہمیں یہ جان کر متعجب نہیں ہونا چاہئے کہ تمام سائنسوں کا منبع قرآن ہے۔"

مذہب عقائد معبود اور عبادت

مذہب کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ نسلِ آدم کی تاریخ پرانی ہے۔ انسان میں خدا کا تصور اس کی عبادت کا عقیدہ اور طریقہ ہمیشہ ہی موجود رہا ہے ہندو لاتعداد دیوی دیوتاؤں کی پوجا و پرستش کرتے ہیں۔ مجوسیوں نے آگ کو معبود کا درجہ دے رکھا ہے اور اس کے سامنے رکوع کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اسلام اہل ایمان کا مذہب رہا ہے۔ دنیا کے ہر مذہب میں معبود کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ خدا کی یاد کا حکم اور عبادت کے قوانین اور اوقات مقرر ہیں۔ یہود میں مزمور، پارسیوں میں زمزمہ، عیسائیوں میں دعا، ہندوؤں اور سکھوں میں بھجن اور اسلام میں حمد و تسبیح ہے۔ اسلام میں نماز ایک ایسی عبادت ہے جو صرف رکوع و سجود کا نام ہی نہیں بلکہ یہ تاثر پیدا کرتی ہے کہ خدا صرف ایک ہی ہے اور وہی لائق عبادت ہے۔ اسی کے سامنے رکوع و سجود کرنا چاہئے۔ ہر مذہب کی بنیاد عقائد ہیں۔ عقائد کے بغیر انسانی زندگی ادھوری نامکمل اور تشنگی کا شکار رہتی ہے۔ ہر عقیدے کے قواعد و ضوابط مقرر ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ عقیدہ دیا کہ خدا ایک ہے وہ حاضر و ناظر ہے اور محمد ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں۔ اس عقیدے کے قوائد و ضوابط خدا

کی کتاب قرآن میں موجود ہیں۔

کائنات (طبیعات اور مابعد الطبیعات)

1۔ طبیعات

کائنات جس میں ہم سب رہ رہے ہیں بہت وسیع و عریض ہے اور اس کا نظامِ کار انتہائی پُر پیچ اور سربستہ اسرار و رموز کا مجموعہ ہے۔ انسان اپنی خوئے تجسس اور جبلت کی وجہ سے کائنات کے اسرار معلوم کرنے میں ہمیشہ سے سرگرداں ہے۔ بحر و بر اور خلاء میں اس کی تحقیق و جستجو کا سلسلہ جاری ہے۔ انسان کہیں سمندروں کے پانی کھنگال رہا ہے۔ کہیں پہاڑوں کا سینہ چیرنے میں مصروف ہے تو کہیں دھرتی کے دل میں سوراخ کرنے میں مگن ہے۔ راکٹوں سیاروں اور خلائی شٹلز کے ذریعے ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ چاند اور مریخ سے بھی آگے اس کی تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے کائنات کے بارے میں کچھ رقم کرنے سے پہلے یہ کہوں گا کہ اس کی بقا کا دارومدار باہمی ربط و تعلق اور اتباع قوانین فطرت پر ہے انقطاعِ ربط و تعلق اور عدم اتباعِ ضوابط کا نتیجہ کائنات کی فنا کی صورت میں ہوگا۔

کائنات اور مادہ

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کائنات مادے (Matter) سے بنی ہے۔ جب کائنات وجود میں نہ آئی تھی تو مادہ کہاں تھا اور کس شکل میں تھا۔ بعض سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ مادہ توانائی کی شکل میں تھا۔

مادہ کیا چیز ہے؟ مادے کے بارے میں سائنسدانوں کا نکتہء نظر یہ ہے کہ مادہ ایٹم (ذرات) اور ایٹم الیکٹرانز، نیوٹرانز اور پروٹانز پر مشتمل ہے۔ سائنس کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف اس چیز کا وجود تسلیم کرے گی جو نظر آئے گی۔ لیکن سائنس مادے کو توڑ کر بھی ذرات کو دیکھنے میں کامیاب نہ ہو سکی تو پھر سائنس ان ذرات کے وجود کو کیوں تسلیم کرتی ہے جنھیں کبھی دیکھا ہی نہیں گیا۔ بجلی الیکٹرانز کے بہاؤ (Flow) سے پیدا ہوتی ہے لیکن جب

الیکٹرانز کو دیکھا ہی نہیں گیا تو بجلی کی تھیوری محض تصوراتی طور پر کیوں تسلیم کر لی گئی۔

مابعد الطبیعاتی مسائل

طبیعات سے متعلق علم کو (Physics) فزکس اور مابعد الطبیعات کو (Mata Physics) کا نام دیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سائنس کی ایک اور شاخ نکالی گئی جیسے پیرا سائنس (Para Science) کہا گیا۔ پیرا سائنس کا کام غیر مادی اشیاء (Non-Matter) پر تحقیق کرنا ہے اس طرح سائنس نے اس حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے کہ مادے کے علاوہ غیر مادی افعال بھی موجود ہیں۔ پیرا سائنس کی تحقیقات کے موضوعات یوگا، ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم وغیرہ ہیں۔

خیالات کی اثر انگیزی

کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو دوسری اشیاء پر اثر انداز نہ ہوتی ہو۔ روز مرہ کے مشاہدے سے ہے کہ لگاؤ اور جذبے کی شدت، روحانی اور قلبی تعلق پیدا کرتی ہے۔ محبت کا شدید جذبہ محبت ہزاروں کلومیٹر دور بیٹھے محبوب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جب کسی کو کوئی اندوہ ناک واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے خون کے رشتہ دار اور عزیز و اقارب کے قلوب و ارواح اسے محسوس کرتے ہیں۔ دل دل کو سگنل بھیجتے ہیں۔ چرند پرند بھی ایک دوسرے کو سگنل دیتے ہیں۔

قوت ارادی یکسوئی اور خیالات

جس شخص کی قوتِ ارادی زیادہ مضبوط ہو وہ دوسروں پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے جب ہم کسی چیز پر اپنی پوری توجہ یکسوئی کے ساتھ مرتکز کر دیتے ہیں تو ہمارے خیالات اس چیز میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بارہا یہ مشاہدے میں آیا ہے کہ آپ کسی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں لیکن وہ شخص آپ کے پوچھنے سے پہلے ہی آپ کی بات کا جواب دے دیتا ہے اسلام میں یکسوئی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ نماز اس وقت تک نماز نہیں ہوتی جب تک اس میں یکسوئی نہ ہو۔ اور نماز پڑھنے والا اس یقین کے ساتھ نماز پڑھے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے یا وہ خدا کو دیکھ

رہا ہے۔

قوتِ خیال

خیال بذاتِ خود ایک توانائی ہے اور ہر توانائی متحرک ہوتی ہے۔ کائنات کی پوشیدہ توانائیاں کارخانہء قدرت کو چلا رہی ہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر ذرے میں موجود توانائیاں اپنے درمیان ایک خاص ربط رکھتی ہیں اور مربوط قواعد وضوابط کے تحت اپنا نظام برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ چاند سورج اور زمین اپنے اپنے مدار میں محوِ گردش ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ اپنے مدار سے ہٹ کر چلیں۔ موسم کے تغیر وتبدل ایک طے شدہ قاعدے اور کلیے کے مطابق ہو رہے ہیں۔ پس کائنات کی توانائیوں میں ارتعاش پیدا ہوا تو دماغ میں کسی خیال نے جنم لیا جس سے دماغ کے پردوں میں ارتعاش پیدا ہوا کیونکہ خیال ایک توانائی ہے اور ارتعاش کا سبب خیال کی توانائی ہے۔ اگر خیال کی قوت کو بڑھا دیا جائے تو یہ قوت کیا نہیں کرسکتی؟

حرکت میں رہنا توانائی کی خاصیت ہے مثلاً روشنی ایک توانائی ہے۔ اس کی باقاعدہ ایک ویولینتھ (Wave Length) ہے اور یہ 186000 میل فی سیکنڈ (اندازاً) کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ گائیڈڈ میزائل پر استعمال ہونے والی توانائی متحرک ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو سٹیشن سے ہمارے گھر کے ٹی وی اور ریڈیو سیٹ تک پہنچنے والی توانائیاں ویوز (Waves) کی شکل میں متحرک ہیں۔

طاقت کا اصول اور توانائیوں کا باہمی ربط

کائنات میں جدھر دیکھیں طاقت ہی ہر طرف غالب نظر آتی ہے۔ بڑی توانائیوں نے کمزور توانائیوں کو دبوچ رکھا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ فزکس کا بھی یہی اصول ہے کہ جو توانائیاں طاقتور ہوتی ہیں وہ نہ صرف چھوٹی چھوٹی توانائیوں پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتی ہیں بلکہ مادے کی شکل تبدیل کرنے کی قدرت بھی رکھتی ہیں۔

معجزات اور کشف و کرامات

اولیاء اللہ کی توانائیاں شعورِ برتر کی سطح کی توانائیاں ہوتی ہیں۔ ان میں اس قدر شدت ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف کمزور توانائیوں والے اشخاص پر اپنا اثر مرتب کرتی ہیں بلکہ مادے پر تصرف کی قدرت بھی رکھتی ہیں۔

اللہ کا تصور

چھوٹی اور بڑی توانائیوں کے ربطِ تسلسل سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ہر چھوٹی توانائی اپنے سے بڑی اور سپر (Super) توانائی کے تابع اور زیرِ کنٹرول ہوتی ہے یہ تسلسل اور ربط ہمیں اس نکتہ پر لاتا ہے کہ تمام بڑی بڑی توانائیاں خود بھی کسی بڑی توانائی کے زیرِ اثر ہوں گی جو ان توانائیوں سے کئی گنا شدید اور بڑی توانائی ہوگی اور یہی وہ انتہائی اعلیٰ قوت (Extra Super Power) ہوگی جس نے تمام توانائیوں پر ہولڈ اور کنٹرول قائم کر رکھا ہے۔ بلاشبہ یہی ایکسٹرا سپر پاور (Extra Super Power) ہے جسے ہم خدائے بزرگ و برتر کا نام دیتے ہیں۔ اگر ہم خیال کی توانائیوں کو اس قدر بڑھا لیں کہ یہ اللہ کی توانائی سے رابطہ قائم کر لیں تو سمجھئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ ڈائلنگ کا کنکشن مل گیا۔ مگر یہ اتنا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے انبیاء کرام اولیاء اللہ اور خدا کے محبوب بندگان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا ہوگا اور ان کا طریقہ اپنانا ہوگا۔ کسی بھی توانائی سے رابطہ تبھی ہوگا جب انسان اپنی پوری توجہ اس توانائی پر مرکوز کر دے اور اس چیز یا توانائی کی معنویت میں خود کو گم کر دے۔ جب عقل و فہم کا ہر زاویہ اس ایک نقطے پر ہی مرکوز ہوگا تو تب انسان کا اس چیز سے (غائبانہ) رابطہ ہو جائے گا۔ جب آپ کے دل و دماغ کی زبان پر محض اللہ کا لفظ ہو گا تو پھر یقیناً اس انسان کی توانائی اللہ تعالیٰ کی طاقتور ترین توانائی سے رابطہ قائم کرے گی۔ اللہ تعالیٰ سے رابطے کا حال اور مقام و منظر "امام نووی کی اربعینؒ" میں مذکور حدیث قدسی میں بیان کر دیا گیا ہے یہ حقیقت ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ انسانوں کا باہمی تعلق مادی نہیں روحانی ہوتا ہے۔ درحقیقت ہمارے اندر کی توانائیاں ایک دوسرے سے رابطہ

کرنے پر مجبور کردیتی ہیں اسی روحانی اور دلی ربط کی وجہ سے انسان انسان سے پیار کرتا ہے اور ہزاروں میل دور بیٹھے انسان کا دل دوسرے انسان کے لیے تڑپتا ہے۔ دلوں کی بے پناہ کشش قربتیں پیدا کرتی ہے۔

اجسام سے مقناطیسی لہر کا اخراج اور ہالہء نور

ہر جسم سے مقناطیسی اثرات کی حامل ان دیکھی لہریں خارج ہوتی ہیں۔ ہر انسانی جسم کے اردگرد روشنی کا بنا ایک اور جسم ہوتا ہے جو انسان کے گوشت پوست سے بنے جسم کے ہم شکل ہوتا ہے۔ اسے ہالہء نور (Aura Light) کہتے ہیں۔ جس ہالہء نور کی دریافت سائنسدانوں نے کی ہے اس کی نشان دہی حضرت شاہ ولی اللہ نے کئی سال پہلے کردی تھی۔ اس نوری ہالے کا نام انہوں نے ''نسمہ'' رکھا تھا۔ یہ ہالہ جس قدر طاقتور ہوگا اس کی لہریں اتنی ہی دور جاتی ہیں اور اسی قدر انسان کی شخصیت مسحور کن اور پرکشش ہوتی ہے اور اس کا مالک مقناطیسی شخصیت کا حامل ہوگا۔ اگر یہ ہالہء نور کمزور ہو تو کشش باقی نہیں رہتی۔ حال ہی میں روسی سائنسدانوں نے ''انفراریڈ'' شعاعیں خارج کرنے والے کیمرے سے اس ہالہء نور کی تصویر کشی بھی کی تھی انہوں نے دریافت کیا کہ دماغ میں پیدا ہونے والے خیالات اس ہالہء نور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثبت سوچوں کی صورت میں یہ سفید سنہرا اور منفی سوچوں کی صورت میں بھورا یا کالا ہو جاتا ہے۔

صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کی مختلف ریاضتوں اور مجاہدات سے یہ ہالہء نور طاقتور ہو جاتا ہے اور اسکی اثر انگیزی میں بھی زبردست اضافہ ہو جاتا ہے۔

افعالِ دماغ

جدید ترین تحقیق کے مطابق دماغ کو کارکردگی کے لحاظ سے سات فرضی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ شعور

شعور کے ذریعے ہمارا رابطہ اس بیرونی دنیا سے ہوتا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔

ہمارے حواس خمسہ (قوت لامسہ شاذائقہ سامیہ اور باصرہ) کا تعلق اسی حصہ سے ہے۔ اس شعوری طاقت کے ذریعے ہم سوچتے، سمجھتے، حساب کرتے اور روزمرہ زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں۔

2۔ تحت الشعور

یہ ہمارے جسم کا کنٹرول روم ہے۔ جہاں سے جسم کو حرکت کرنے کا سگنل ملتا ہے۔ رنج وفکر اور خوف وخوشی یہ تمام احساسات تحت الشعور سے تعلق رکھتے ہیں۔

3۔ یادداشت/ حافظہ

یہ حصہ تحت الشعور کے اندر ہی ہے بیرونی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا عکس اور تجزیئے یہاں محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ جسم کا ریکارڈ روم ہے۔ ہمارا شعور جب کوئی پرانی بات یاد کرنا چاہتا ہے تو یادداشت (Memory) فعال ہو کر شعور کو مطلوبہ معلومات فراہم کرتی ہیں۔

4۔ تخلیق

دماغ کا یہ حصہ اس وقت سرگرم عمل ہوتا ہے جب ہم کوئی خواہش کرتے ہیں کسی چیز سے ڈرتے ہیں یا دعا مانگتے ہیں۔ یہ حصہء خواہشات حقیقت میں انسان کی اخلاقی مدد کرتا ہے۔

5۔ توانائی

بیماری یا زخم لگ جانے کی صورت میں یہ حصہ عمل پیرا ہوتا ہے اور جسم کی قوتِ شفاء کو حرکت میں لاتا ہے۔

6۔ وجدان

اسے چھٹی حس بھی کہتے ہیں۔ اس حصے کی کیفیت وجدانی ہوتی ہے جس کا شعور ادراک نہیں کرسکتا۔ خوابوں کا تعلق اس سطح سے ہے۔

7۔ شعور برتر

یہ روحانیت کا علاقہ ہے۔ اس کے ذریعے ہم ناقابلِ فہم باتیں غیر محسوس طریقے سے سمجھ

لیتے ہیں۔ یہ حصہ مادی وجوداور زمان ومکان سے بے نیاز ہے۔اور خالصتاًروحانی سطح پر کام کرتا ہے۔

حقیقت زمان ومکان

وقت ایک متحرک چیز ہے۔اس کی باقاعدہ ایک لمبائی ہے جو ماضی حال اور مستقبل پر محیط ہے۔ہم صرف اس لمحے کو دیکھ سکتے ہیں جو ہمارے سامنے موجود ہے۔حال کا ہرلحہ گزر کر ماضی میں ضم ہو جاتا ہے۔اورایک لمحہ مستقبل سے نکل کر ہمارے حال میں آجاتا ہے۔ ہم ماضی اور مستقبل کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ادراک کر سکتے ہیں۔ ہم صرف اس لمحے کا ادراک کر سکتے جو ہم گزار رہے ہیں۔ ہمارے لیے ماضی اور مستقبل ساکن ہیں اور صرف وہ لمحہ متحرک ہے جو ہمارے سامنے سے گزر رہا ہے۔کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ لمحہ کہاں سے آیا اور کس جگہ گم ہو گیا۔

مشاہدے کا حرکت کرنا

آپ کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہوگی کہ جب آپ ریل گاڑی کے ذریعے سفر کر رہے ہوتے ہیں تو آپ کی ٹرین ریلوے سٹیشن پر رک جاتی ہے۔اور پھرایک اورٹرین آپ کی ٹرین کے متوازن آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔اور چند لمحات ٹھہرنے کے بعد ٹریک پر حرکت کرنے لگتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ ٹرین جس میں آپ سوار ہیں نے حرکت کرنی شروع کر دی ہے حالانکہ وہ ساکن ہے۔ یہ آپ کے مشاہدے اور محسوسات کے دھوکے کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ کا مشاہدہ دوسری گاڑی کی نسبت سے حرکت میں تھا اور اپنی گاڑی کی نسبت سے ساکن تھا۔آپ کو حقیقت کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب دوسری گاڑی گزر جاتی ہے۔ اور آپ کا مشاہدہ رک جاتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ مشاہدہ حرکت کرتا ہے۔مشاہدہ اگر برق رفتاری کا مظاہرہ کرے تو ماضی اور مستقبل کے لمحات کا ادراک بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ لوگ خواب میں ماضی اور کبھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی جھلک سے باصرہ نواز ہوتے ہیں۔خواب میں زمان ومکاں کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔اور آپ کی تمام دن کی مصروفیات

دس منٹ کے خواب میں سما جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالمِ خواب میں شعور کی گرفت جسم پر کمزور پڑ جاتی ہے۔ اور شعور برتر جاگ جاتا ہے جس کے لیے زمان و مکان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ وقت جو ماضی حال اور مستقبل تک محیط ہے ہمارے قریب وبعید کہیں موجود ہے۔ مگر ہم دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

انسان کی ذات اور قوتِ مشاہدہ

انسان کی ذات داخلی اور خارجی حصوں پر مشتمل ہے۔ داخلی حصہ اس کا اصل ہے اور گوشت پوست کا بنا ہوا حصہ اسکا خارجی حصہ اور لباس ہے اس کا ظاہری حصہ زمان و مکان کا محتاج ہے جبکہ داخلی حصہ زمان و مکان سے آزاد اور بے نیاز ہے۔ اگر آپ مزارِ قائداعظم یا مینارِ پاکستان دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو مخصوص فاصلہ مخصوص وقت میں طے کرنا پڑے گا تب آپ یہ مقام دیکھ پائیں گے۔ لیکن اگر آپ بیٹھے بٹھائے بادشاہی مسجد مینارِ پاکستان یا مزارِ قائداعظم کا تصور بنائیں تو آپ کے ذہن میں دھندلا سا خاکہ ضرور بن جائے گا لیکن یہ خاکہ دھندلا ہوگا جس کی وجہ آپ کے تخیلاتی مشاہدے کی کمزوری ہوگی۔ اگر آپ اپنا مشاہدہ طاقتور بنالیں تو یہ دھندلا خاکہ زیادہ روشن ہو جائے گا۔ چونکہ ہم نے اپنی ساری توجہ اپنے خارجی حصے کی پرورش پر لگا رکھی ہے اس لیے ہمارا داخلی حصہ یعنی روحانی جسم کمزور تر ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے روحانی جسم کی طرف توجہ دیں تو ہمارا مشاہدہ اتنا طاقتور اور تیز ہو سکتا ہے کہ وہ کائنات کے پوشیدہ اسرار و رموز کا عرفان اور شناسائی بھی حاصل کر لے۔

انسانی جسم کی برقی رو

انسان مادہ اور مرکب ہے۔ روح اس کائنات کا جسمِ لطیف اور لطیف ترین توانائیوں میں سے ایک ہے۔ بدن روح کا لباس ہے جس کے ذریعے افعال سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ہمارا جسم خلیات (Cells) پر مشتمل ہے۔ ان خلیات (Cells) کے پروٹوپلازم (Protoplasm) میں توانائی ناقابلِ یقین رفتار سے گردش کرتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں جسم کے اردگرد ہالہءِ نور وجود میں آتا ہے۔ جسم میں روحانی توانائی کی گردش اسی طرح ہے

جیسے ہمارا برقی نظام۔

جسم انسانی کے پاور ہاؤس

ہمارے برقی نظام میں بجلی کی ترسیل اور کنٹرول کے لیے جگہ جگہ گرڈ اسٹیشن بنائے جاتے ہیں۔ گرڈ سٹیشن کے ذریعے ترسیل کے (Losses) نقصانات کو (Cover) کیا جاتا ہے۔ ہمارے جسم کے چند مقامات مثلاً ریڑھ کی ہڈی کی نالی (حرام مغز)، دماغ کے بالائی حصے، ناف کے نیچے والے حصے، سینے کے دونوں اطراف، پیشانی کی جڑ اور قلب میں عصاب گچھوں کی مانند کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ جسم کے گرڈ اسٹیشن ہیں۔ اور تصوف کی زبان میں انہیں لطائف کہا جاتا ہے۔ جب ہم ان مقامات پر توجہ مرکوز کر دیتے ہیں تو کائنات کی توانائیاں ان میں جذب ہو کر جسم میں موجود روحانی توانائی میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ جب لطائف جو ہمارے جسم کے گرڈ اسٹیشن ہیں پر انوار کی لہریں اثر انداز ہوتی ہیں تو جسم کے اندر بہنے والی روحانی توانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ اضافہ ہمیں اپنے جسمانی وجود سے بے نیاز کر کے روح کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ اس کی مثال سیرِ کعبہ، سیر جنت اور دوسری سیریں ہیں۔ اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اس سے روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

لطائفِ ستہ

اس کائنات کے خالق و نگہبان کی قوت کی ذاتی لہروں یا انوار کا مظہر کائنات کی ہر چیز میں جاری و ساری ہے کیونکہ

(1) تخلیق کے خدوخال اور اعمال و فرائض میں خالق کی جھلک ہمیشہ نمایاں ہوا کرتی ہے۔

(2) تخلیق کے خالق کے ذہن میں کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا نقشہ موجود ہے اور وہی ذات اس کی ذمہ دار اور خالق ہے جیسا کہ ہر نقشہ نویس کے ذہن میں پہلے عمارت کا نقشہ بنتا ہے اور (کاغذ پر) نقشہ یا تصویر بنتی ہے۔

(3) اس کائنات کی تخلیق و تشکیل اس قوت کا ذاتی ارادہ تھا۔

(4) خالقِ کائنات اگرچہ مختارِ کل اور ہر چیز سے بے نیاز ہے مگر کائنات اور تخلیق کے ذریعے اسے اپنی پہچان اور تعارف کرانا مقصود تھا۔ اس لیے اس نے اپنی تخلیق میں اپنی بھی کچھ صفات رکھ دیں اور یہ امر ناگزیر تھا کیونکہ ہر خالق کی تخلیق پر اس کا مونوگرام اور ہر کمپنی کی مصنوعات پر اس کا ٹریڈ مارک ضرور موجود ہوتا ہے تاکہ کمپنی کی جان پہچان ہو۔

تصوف میں تخلیق کے خالق کے خدوخال اور مونوگرام کی پہچان اور معرفت کے لیے مختلف ریاضتیں اور مجاہدے متعین ہیں۔ ہمارے قابلِ احترام صوفیاء اور صاحبِ نظر علماء و مشائخ نے اس کے لیے قرآن وسنت اور صحابہ کرام کی زندگیوں سے رہنمائی حاصل کی، ذاتی طور پر کاوشیں کیں، تحقیق و تجربات کیے جس کے نتیجہ میں لطائفِ ستہ دریافت ہوئے۔ یہ سات مراحل یا وہ سات لبارٹریاں ہیں جن سے آغاز کر کے تخلیق کا اپنے وجود کو اپنے خالق کو سمجھنے کا عمل شروع ہوتا ہے اور ہم عملی طور پر اپنے اور اپنے خالق کے درمیان نادیدہ رابطے سے آگاہ ہوتے ہیں۔

لطائف اور ارتکازِ توجہ

انسان کی تخلیق کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ وہ بہت سی سمتوں پر توجہ دینے پر مجبور ہے۔ داخلی و روحانی قوتوں کو بیدار کرنے کے لیے نقطہ ارتکاز از حد ضروری ہے۔ ارتکازِ توجہ کو ممکن بنانے کے لیے ساتوں لطائف کو یکے بعد دیگرے نقطہ ارتکاز بنایا جاتا ہے۔ یہ سرکل کچھ اس طرح چلتا ہے کہ ارتکازِ توجہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی بھی لطیفے پر توجہ مرکوز کر کے وہاں خیالی ضربیں لگانے سے توجہ نہیں بھٹکتی اور نقطہ ارتکاز پر مجتمع ہو جاتی ہے۔ پھر جب اگلے مراحل شروع ہو جاتے ہیں اور ان لطائف پر خالقِ کائنات کی عطا کردہ انوار کی لہروں کی بارش ہونے لگتی ہے تو توجہ کی یہ قوت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ اپنے وجود سے نکل کر خالق کائنات کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ اس مرحلے کو آگے بڑھانے اور خالق سے آشنائی حاصل کرنے کے لیے مراقبات کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

لگن ارتکاز یکسوئی اور نصب العین

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خیالات ہی عمل کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اگر ہم خود کو بیمار خیال کریں تو یقیناً ہماری طبیعت ناسازگاری محسوس ہوگی۔ اور آپ اپنے آپ کو تندرست خیال کریں تو آپ خود کو ہشاش بشاش محسوس کریں گے۔ خیال کی عظمت اور توانائی کے بل بوتے پر انسان بڑے بڑے کام کر جاتا ہے۔

ہر شخص کی اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں جن میں وہ دلچسپی (لگن) رکھتا ہے۔ کچھ لوگ کھیل کود اور کچھ مطالعہ میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ بعض لوگ موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو بعض سے شغف رکھتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کو عبادت میں سکون ملتا ہے ذکرِ الٰہی میں واقعی سکونِ قلب میسر آتا ہے تو پھر کیوں نہ ہم اپنی ترجیحات کو مذہب سے منسلک کر دیں۔ اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو پھر دماغ مذہب میں بھی لذت محسوس کرنے لگے گا۔ ساری بات دلچسپی اور لگن کی ہے۔ ہوسکتا ہے ابتداء میں آپ کا دماغ عبادت کی طرف راغب ہونے میں مزاحم ہو لیکن اگر آپ نے قوتِ ارادی سے کام لیا تو دماغ آپ کی ہر بات ماننے پر مجبور ہوگا۔

کسی بھی کام کو سرانجام دینے کے لیے ارتکازِ توجہ اور مکمل یکسوئی کی اشد ضرورت ہے۔ ارتکازِ توجہ کی یہ کیفیت ہو کہ محض کام یا چیز کے علاوہ باقی تمام خیالات کو دل سے نکال دیا جائے جب آپ اپنی توجہ کسی چیز کی طرف مرکوز کرتے ہیں تو آپ کے دماغ کے ماورائی حصے بھی فعال ہو جاتے ہیں۔ جتنی توجہ گہری ہوگی اتنی ہی شدت سے وہ چیز آپ میں جذب ہوتی چلی جائے گی۔ تصوف میں جب یکسوئی اور ارتکاز کی کیفیت میں اپنے آپ کو استاد یا مرشد کے روبرو تصور کیا جاتا ہے تو مرشد کے جسم سے نکلنے والی نادیدہ اور غیر مرئی شعاعیں سالک کی شخصیت میں جذب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ توجہ، یکسوئی اور ارتکاز کے لیے جب آپ اپنے دماغ کو اپنے زیر اثر کریں گے تو یقیناً آہستہ آہستہ دماغ آپ کے تابع ہو جائے گا۔ لغو اور فضول خیالات کو ذہن سے نکالنا ہوگا۔ دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوئے ہیں جو اپنے دماغ کو قابو کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ کامیاب زندگی گذارنے کے

لیے کوئی نہ کوئی نصب العین ہونا ضروری ہے۔ بہتر نصب العین کامیاب زندگی کا ضامن ہوتا ہے۔ نصب العین کا تعین قوت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو بیمار خیالات کی آمد کو روک دیتا ہے۔

مراقبہ اور سائنس

ذہنی الجھنوں سے نجات کا حل منشیات نہیں بلکہ مراقبہ ہے جس کے نتائج منشیات سے کئی گنا بہترین ہیں۔ اس سے سکون ملتا ہے۔ اور دماغی قوت بڑھتی ہے۔

ارتکازِ توجہ سے لے کر کشف میں صرف خیال کی قوت کارفرما نظر آتی ہے۔ یہ خیال کہ قوت ذہن سے نکل کر کہاں اور کس سمت سفر کرتی ہے؟ سائنسدانوں کے مطابق اس کائنات میں بے شمار قسم کی توانائیاں لہروں کی شکل میں موجود رہتی ہیں مثلاً ٹی وی اور ریڈیو کی لہریں، سیاروں سے آنے والے سگنل اور مائیکرو ویوز وغیرہ۔ علاوہ ازیں کائنات کا ہر ذرہ ایک مقناطیسی میدان کا حامل ہے پوری کائنات ایک طاقتور مقناطیسی میدان ہے۔ کائنات کا یہ مقناطیسی میدان جذباتی توانائی (Emotional Energy) ہے۔ خیالات کی لہریں مقناطیسی میدان میں ارتعاش پیدا کرتی ہیں۔ جب ہم خدا کا تصور کر کے اس کے حضور دعا مانگتے ہیں تو ہمارے دعائیہ خیالات کی طاقت (لہروں کی شکل میں) چشمِ زدن میں عرشِ معلیٰ پر پہنچ جاتی ہیں وہیں قبولیت یا رد کی لہریں واپس ہم تک پہنچ جاتی ہیں سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ ایک توانائی اپنی شکل تبدیل کر کے دوسری توانائی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ کائنات میں موجود ہر چیز سے لہریں نکلتی ہیں۔ اور مقناطیسی میدان کے ذریعے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ علماء کرام بتاتے ہیں کہ جب کوئی پاکیزہ روح کہیں نازل ہوتی ہے تو ماحول خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر روح القدس کا نزول ہوتا تھا تو ہر سو خوشبو کی لہریں پھیل جاتی تھیں۔ خود رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جہاں سے گزر ہوتا تھا فضا کئی دنوں تک معطر رہتی تھی۔

جب ہم کسی دکھی انسان کی مدد کرتے ہیں تو اس کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں کائنات

کے مقناطیسی میدان میں لہریں پیدا کرتی ہیں۔ پھر وہ لہریں ملکوتی قوتوں سے جاٹکراتی ہیں جواباً ان قوتوں سے نکلی ہوئی لہریں ہمیں سکون پہنچاتی ہیں۔ سائنس اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ تمام اجسام پیغام ربانی کرتے ہیں تو پھر یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ دو انسان اور ان کی سوچیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اور ان کے خیالات کی فریکوئنسی بھی جدا ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنی سوچ کا کسی دوسرے شخص کی سوچ سے رابطہ پیدا کرنا چاہیں تو ہمیں بھی اپنے خیالات کو اس شخص کے خیالات کی فریکوئنسی پر لانا پڑے گا جو کہ محض ارتکازِ توجہ سے ممکن ہے۔ دراصل ہم دو مختلف فریکوئنسیوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کر رہے ہوتے ہیں تاکہ ان کا باہم رابطہ قائم ہو جائے۔ اس مقام و موقع پر تصوف کی ایک اور گرہ کھلتی ہے کہ جب صاحبِ کشف حضرات کی محفل میں بیٹھ کر مراقبہ کیا جاتا ہے تو ارتکازِ توجہ کی گہرائی سے ہماری فریکوئنسی کا رابطہ ان کی فریکوئنسی سے ہو جاتا ہے۔ سائنس بتاتی ہے کہ توانائی ہمیشہ زیادہ مقدار سے کم مقدار کی طرف بہتی ہے اور توانائی کا فرق برابر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ ان کے پاکیزہ خیالات انوار کی شکل میں ہمارے خیالات پر اثر انداز ہونے لگتے ہیں جس کے سبب ہمارے خیالات بھی پاکیزہ ہونے لگتے ہیں۔ اس عمل میں ہمارے محسوسات کی گہرائی کا بہت عمل دخل ہے۔ محسوسات جتنے گہرے ہوں گے خیالات کا بہاؤ اتنا ہی تیز ہوگا۔ مراقبہ ارتکاز یا توجہ کی بہترین شکل ہے۔ دیگر مذاہب مثلاً بدھ مذہب میں بھی مراقبے کا تصور ملتا ہے۔ یورپ میں سکونِ قلب حاصل کرنے کے لیے مراقبہ ہال قائم ہیں۔ مراقبے میں انسان اپنے عمومی حواس سے بہت بلند ہوتا ہے تو دماغ کی لہروں میں تبدیلی آتی ہے۔ عام حالات میں ہمارے دماغ میں بیٹا لہریں (Beta Waves) پیدا ہوتی ہیں جن کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔ خیالات گڈمڈ ہو جاتے ہیں اور آتے جاتے ہیں۔ مراقبے کی حالت میں بیٹا لہریں الفا (Alfa) لہروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں جن سے کئی کیمیائی اور فعلی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً خون میں لیکٹیٹ (Lactate) کی کمی آنا شروع ہو جاتی ہے لیکٹیٹ کی زیادتی جسمانی اور ذہنی تھکن کا موجب بنتی ہے تنفس کی رفتار میں کمی آجاتی ہے۔ دل کی رفتار

بھی کم ہو جاتی ہے جس سے جسمانی اور ذہنی تھکن دور ہو جاتی ہے۔

الفا لہروں کی پیدائش ہمارے دماغ کے اس حصے کو فعال کرتی ہے جس کا تعلق ماورائے ادراک اور وجدان سے ہے جسے شعورِ برتر کا نام دیا جاتا ہے۔ ہمارے دماغ کا اوپر کا حصہ دو سطحوں میں منقسم ہے۔

1۔ دایاں حصہ نصف کرہ Right Cereleral Hemisphare

2۔ بایاں حصہ نصف کرہ Left Cereleral Hemisphare

دایاں نصف کرہ ارتکازِ توجہ یا مراقبے کے دوران جاگتا ہے۔ اور یہ تمام امور الفا لہروں کی مدد سے سرانجام دیتا ہے۔ دماغ کا بایاں نصف کرہ ہماری شعوری سوچوں اعمال گفتگو اور افعال کو کنٹرول کرتا ہے۔

ارتکاز اور کشف

جیسے جیسے ارتکاز گہرا ہوتا جاتا ہے الفا لہریں بتدریج تھیٹا لہروں میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ جب تھیٹا لہریں دماغ کے دائیں نصف کرے کو کُلی طور پر عمل میں لے آتی ہیں تو شاہد کی ذات مشہود میں مدغم ہو جاتی ہے۔ مراقبہ کرنے والا اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو کر اپنی ذات کی نفی کر رہا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس مقصد میں گم کر رہا ہوتا ہے جس پر اس نے اپنی توجہ مرکوز کی تھی۔ تصوف میں یہ فنا کا مرحلہ ہوتا ہے یعنی کوئی شخص اگر اپنے مرشد پر توجہ مرکوز کردے تو یونہی تھیٹا لہریں پیدا ہوں گی وہ شخص فنافی المرشد کے مرحلے میں داخل ہو جائے گا جب تھیٹا لہریں لاشعور کو کلی طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیتی ہیں تو اس عالم میں ''کشف'' بھی ہو جاتا ہے۔

غدودِ بلغمی وصنوبری

شعوری کیفیات کو محسوس کرنے کے لیے شعوری رابطہ توڑ کر توجہ میں گم ہو جانا ضروری ہے۔ اس سے دماغ کے دائیں کرے میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور دماغ کا بلغمی غدود حرکت میں آتا ہے اور آدمی پر بے خودی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مقناطیسی لہریں غالب آنے لگتی

ہیں۔ بلغمی غدود کے تیز ہونے سے دماغ کا دوسرا غدود بھی کام شروع کر دیتا ہے۔ غدود صنوبری کے تحت نفسِ انسانی کی وہ قوتیں بیدار ہونا شروع ہوتی ہیں یہاں زمان ومکاں کی پابندیاں ختم ہونے لگتی ہیں اسی عالم میں انسان کو مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں سالک کی فریکوئنسی مرشد کی فریکوئنسی سے مل جائے یا ملی ہوئی ہو تو مرشد سالک کو بے شمار واقعات ومشادات دکھا سکتا ہے۔

مادے اور لہروں کا ربط

کائنات کی ہر شے کی روحِ رواں اور بنیاد توانائی ہے۔ توانائی کی ٹھوس شکل مادہ کہلاتی ہے۔ اور اگر غیر مجسم (غیر مرئی) شکل میں ہو تو اسے لہروں کا نام دیا جائے گا۔ دونوں صورتوں میں یہ توانائی ہی ہوگی۔ نیوٹن کے فارمولے کے مطابق مادے کو اگر روشنی کی رفتار (186000 میل فی سیکنڈ) سے سفر کرایا جائے تو وہ لہروں کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا۔ الختصر مادہ اور لہریں دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ یورینیم اور پلوٹونیم دو ایٹمی تابکار دھاتیں ہیں۔ اور ان سے تابکاری شعاعیں خود بخود خارج ہوتی رہتی ہیں۔ ان کو اگر کھلی جگہ پر رکھ دیا جائے تو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ان کا وزن کم ہو جاتا ہے کیونکہ اس مادے سے تابکار لہروں کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا مادہ اور لہریں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں یہ ایک دوسرے میں تبدیل بھی ہو سکتی ہیں اور اثر انداز بھی ہو سکتی ہیں۔ تصوف کی سائنس میں مادے (انسان) کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ لہروں (انوار) کو اخذ کر سکے بلکہ تصرف کی صلاحیتوں میں تو بعض اوقات مادے کو ہی لہروں کی شکل میں تبدیل ہوتے دیکھا گیا۔

بعض اوقات بزرگان اکرام بیک وقت مختلف مقامات پر نظر آتے ہیں (جیسا کہ ایک ٹی وی چینل سے کسی انسان کی تصویر ہر جگہ ہر ٹی وی سیٹ پر نظر آتی ہے) جو کہ ایک سائنسی عمل ہے اور تصوف کی تجربہ گاہ کے علاوہ کہیں اور ممکن نہیں ہو سکا۔ سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ ثابت ہوگا کہ تصوف بھی ایک سائنس ہے۔

ذکرِ الٰہی اور سائنس کے انکشافات

ہر کام دو حصوں پر مشتمل ہے یعنی نظریہ اور عمل۔ سب سے پہلے ذہن میں نظریہ جنم لیتا ہے مثلاً ہر مسلمان کا نظریہ ہے کہ اللہ ایک ہے، وہی رازق ہے۔ ہمیں اپنے نظریے کے مطابق خدا کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری شخصیت کا ایک فکری حصہ ہے۔ جب ہم نے نظریہ قائم کرلیا ہے کہ خدا پر بھروسہ ہے اس کی رحمت پر ایمان ہے تو پھر ہر عملی کوشش میں خدا کو یاد رکھ کر اپنا کام سرانجام دینا ہوگا۔ اپنے نظریے کی سچائی ثابت کرنے کے لیے عملی پہلو اختیار کرنا ہوگا۔ اگر عملی پہلو ہماری زندگی سے مفقود ہو جائے تو محض نظریے کے سہارے ہم کسی پائیدار منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ زندگی کی جنگ لڑنے میں پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ آدمی مسائل میں الجھ جاتا ہے تو پھر کوشش کرتے وقت خدا کو پکارا جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اسے یاد رکھا جائے۔ اس طرح انسان مطمئن ہو جاتا ہے کہ میں نے خدا کو مدد کے لیے پکارا ہے، وہ ضرور مدد کرے گا۔ اس طرح انسان کی پریشانیوں کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی ذات باری تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لاتا ہے۔ انسان کی مدد ایسے غیبی ذرائع سے ہوتی ہے کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ ذکر الٰہی کی کثرت سے پروردگار کی رحمت کا سایہ اور اس کی مدد ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے سائنسی اور نفسیاتی فوائد بھی ہیں۔

(1) انسان کے اعصابی تناؤ میں کمی آتی ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے۔ نیز وہ اپنے مسائل حل کرنے کی بہتر تدبیر سوچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(2) انسان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ وہ اکیلا نہیں بلکہ خدا اس کے ساتھ ہے اس لیے مشکلات میں گھبرانا نہیں چاہئے۔

(3) امریکہ کے ہاورڈ میڈل سکول کے پروفیسر ڈاکٹر ہربرٹ نے اپنی دس سالہ تحقیق کے بعد کہا کہ:

"خدا کی یاد اور مراقبے سے دل کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔"

پھر اس نے مسلمانوں کے ذکر الٰہی کا حوالہ دیا اور کہا کہ مسلمان بار بار قرآن شرف پڑھتے ہیں اور ذکر الٰہی کرتے ہیں اس سے دل کو فائدہ پہنچتا ہے شریانیں کھلتی ہیں اور دوران خون میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ماہر امراض قلب ہیں۔ انہوں نے مزید انکشاف کیا کہ انسانی گردوں کے غدود سے ایک مادہ خارج ہوتا ہے جس کا نام ''نارایڈرینالائن (Nor Adrena Line) ہے یہی وہ مادہ ہے جو خون میں مل کر خون کے دباؤ کو بڑھاتا ہے۔ اور دل کو اوورورک (Over Work) کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ذکر الٰہی سے اس مادے کا اخراج بہت حد تک کم ہو جاتا ہے۔ غدود میں اعتدال آتا ہے۔ اور مریض کو سکون ملتا ہے۔ ڈاکٹر ہربرٹ کا کہنا ہے کہ ذکر الٰہی سرکان اور سرطان کے درد کے لیے بھی مفید ہے (رپورٹ 1998ء)

اس کی تصدیق اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے۔ ''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنَّ الْقُلُوْبَا'' (خبردار! اللہ کا ذکر قلوب کو طمانیت بخشتا ہے)۔

(4) عام حالات میں جب انسان سانس لیتا ہے تو سانس میں گہرائی یا پریشر نہیں ہوتا۔ اس کے پھیپھڑوں میں ہوا کی ہزاروں تھیلیاں ہوتی ہیں جنہیں الویولی (Alveoli) کہا جاتا ہے۔ عام طریقے سے سانس لیتے وقت ہزاروں میں سے چند ایک تھیلیاں کھلتی ہیں۔ اور استعمال ہوتی ہیں۔ ذکر الٰہی کے عام مروجہ طریقے سے جب انسان پریشر سے سانس اندر کھینچے تو تصور میں ''اللہ'' کہے پھر پریشر سے سانس باہر کھینچے تو دل پر توجہ کر کے ''ھُوْ'' کی ضرب لگائے تو اس عمل سے ہوا کی ہزاروں تھیلیاں کھل جاتی ہیں جو کبھی استعمال نہیں ہوئی ہوتیں۔ اس طرح آکسیجن کی زیادہ مقدار خون میں جذب ہوتی ہے۔ نظام تنفس کی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور خون کے سرخ جسیموں کی تعداد بڑھ جاتی ہے جس کے انسانی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(5) قلب پر توجہ بڑا اہم موضوع ہے۔ دل کا کام جسم میں خون پمپ کرنا ہے۔ خون میں ہیموگلوبن (لوہا اور پروٹین) موجود ہوتی ہے جو صحت کے لیے از حد ضروری ہے دل کی

طرف سے خون داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے شہ رگ کے ذریعے نکل کر جسم میں پھیلتا ہے۔ جب ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں تو کائنات میں موجود توانائیوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ انوار جو خود لہروں کی شکل میں توانائیاں ہیں وہ ارتکاز کی وجہ سے قلب کی طرف رجوع کرتی ہیں تو ہیموگلوبن کا عنصر ہیمو (لوہا) ان توانائیوں کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ انوار کی خاصیت مقناطیسی ہے۔ لوہا مقناطیسیت سے انوار کو کھینچتا ہے۔ چنانچہ انوار ہمارے جسم میں ہیموگلوبن کے ذریعے داخل ہو کر پورے جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ ہیموگلوبن کے ذریعے انوار کی گردش سے سنسناہٹ سی محسوس ہوتی ہے جیسے برقی رو ہمارے جسم میں گھس (Penatrate) رہی ہو۔ یہ انوار قلب کی تطہیر بھی کرتے ہیں اور خون کو طاقتور بھی بناتے ہیں۔ جب خون شریانوں میں سے گزرتا ہے تو دماغ کی کارکردگی میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ دماغ جب صاف خون وصول کرتا ہے تو دماغ کے خلیات چارج ہوتے ہیں۔ منفی سوچیں مثبت سوچوں میں بدل جاتی ہیں۔ اور شر کی جگہ خیر کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ ذکر الٰہی کی روحانی کیفیت کا لطف صرف ذکر الٰہی کرنے والا ہی محسوس کر سکتا ہے۔

بیعت کی حقیقت

کسی بھی چیز کو سیکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کا کامل علم رکھتا ہو۔ کسی ادارے میں جب ہم داخلہ لیتے ہیں تو سربراہ ادارہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ادارے کے قواعد وضوابط کی پابندی کریں گے کو بیعت کہتے ہیں۔ تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی کسی کامل مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مرشد سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ اس کے حکم کی کما حقہ پابندی اور اتباع کی جائے گی اس کا نام بیعت ہے۔ بیعت کے بعد یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس فیلڈ میں کتنی محنت کرتے ہیں۔ جو جتنی محنت کرے گا وہ اتنی ہی ترقی کرے گا۔ محنت نہ کرنے والے کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ بیعت دو آدمیوں یعنی استاد اور شاگرد کے مابین ایک ایسا معاہدہ ہے جس کا تعلق انسان کی اندرونی نفسیات سے ہوتا ہے۔ یہ انسان کی داخلی اور مخفی کیفیت ہے۔ اس کی عہد شکنی کا وبال انسان کے اپنے نفس پر ہوتا

ہے۔ البتہ تصوف میں ایک بات بہت ضروری ہے کہ کسی کو مرشد بنانے سے پہلے پرکھ لینا چاہئے اور اگر وہ اسے واقعی تصوف کا ماہر پائے تو تب معاہدہ یا بیعت کر لے۔ مرشد کامل تصوف میں لازمی معیار ہے۔ ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوا کرتا۔

تصوف کی ضرورت

تخلیق کا اپنے خالق سے رابطہ اور آشنائی از حد ضروری ہے۔ تصوف اس ضمن میں ہماری بھرپور مدد کر سکتا ہے۔ تخلیق کا اپنے خالق سے کٹ کر زندہ رہنا ناممکن ہے اور مضحکہ خیز بھی ہے۔ تخلیق کو اپنا وجود منوانے کے لیے اپنے خالق سے ربط و تعلق اور اس کی نظرِ رحمت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کی نظروں سے گر جائے تو اس کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ کوئی بھی اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ جو شاگرد استاد کی نظروں میں محترم ہو سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ یہی حال تخلیق اور خالق کا ہے۔ خالق اگر اپنی تخلیق کو OK (درست قرار دے) کر دے تو کوئی اسے بے عزت نہیں کر سکتا۔ ہم دنیاوی زندگی کے دوسرے شعبوں کو بہت وقت دیتے ہیں لیکن اپنے خالق سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہمارے پاس چند لمحات بھی نہیں اپنے خالق سے رابطہ قائم کرنا نہ بھولیے۔ خالق سے ضرور رابطہ کیجئے بگڑی بن جائے گی۔ غموں اور تاریکیوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور زندگی روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے گی۔ اولیاء کرام اور محبوبان خدا سے پیوستہ رہیے۔ ان مقدس ہستیوں کی روش سے ہی روشنی کا حصول ممکن ہے۔ انبیاء کرام (خصوصاً سید الابرار ﷺ) کی سیرت) اور اولیاء کرام کی زندگیاں ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ قرآن نے ان ہی لوگوں کو انعام یافتہ اور غیر مغضوب کہا ہے اور ان ہی کی حیات مبارکہ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ خدا ہمیں سیرت احمد مجتبےٰ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مضمون کی روشنی میں حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے قابل بنائے۔ آمین

اظہار تشکر

رب ذوالجلال والاکرام کا بے حد و حساب مشکور و ممنون ہوں جس نے احقر کو خیرالتابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضوع پر کتاب مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں ان تمام حضرات گرامی کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس موضوع کے متعلق مواد فراہم کرنے اور مشاورت کے ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ خصوصاً پروفیسر حافظ محمد مشتاق صاحب گورنمنٹ کالج شکر گڑھ ملک جاوید اقبال صاحب لائبریرین اور محمد انور خان اسسٹنٹ لائبریرین کا تہہ دل سے ممنون ہوں کیونکہ ان حضرات نے میری بڑی مدد فرمائی۔

جناب قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کا بھی بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے میری ہمت بندھائی اور حاجی شوکت صاحب لاثانی بک سنٹر شکر گڑھ کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

انسانی جبلت کے تحت کتاب میں اگر کوئی غلطی یا نسیاں ہوگئی ہو تو نشاندہی کرنے پر ممنون ہوں گا۔ خدا میری اور آپ کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین

ماخذ

کتاب	مصنف
1۔ تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
2۔ تفسیر ضیاء القرآن	جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
3۔ تفہیم القرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودی
4۔ تیسیر الباری شرح بخاری شریف	امام اسماعیل بخاری (ترجمہ وحید الزمان)
5۔ شرح مسلم شریف (امام نووی)	امام مسلم (شرح امام نووی)
6۔ ترمذی شریف	ابوعیسیٰ ترمذی (اردو ترجمہ حافظ حامد الرحمٰن)
7۔ مظاہر حق جدید (شرح) مشکوٰۃ شریف	علامہ نواب قطب الدین خان دھلوی
8۔ شرح الصدور (اردو)	علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
9۔ تاریخ اسلام	مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی
10۔ تذکرۃ الاولیاء (اردو)	شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
11۔ کشف المحجوب (اردو)	حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
12۔ سیر الصحابہ (اردو)	شاہ معین الدین احمد ندوی
13۔ اسد الغابہ (اردو)	ابوالحسن الجزری بن اثیر
14۔ طبقات ابن سعد جلد پنجم (اردو)	محمد بن سعد
15۔ تذکرے و صحبتیں	علامہ پروفیسر طاہر القادری
16۔ دائرہ معارف اسلامی	پنجاب یونیورسٹی لاہور
17۔ ضیاء النبی جلد پنجم	جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
18۔ الرحیق المختوم (اردو)	صفی الرحمٰن مبارک پوری

19۔سیرت النبی کامل — ابن ہشام
20۔سیرت النبی ﷺ — علامہ شبلی نعمانی
21۔رحمت اللعلمین — قاضی سلیمان سلمان منصور پوری
22۔نوادرات — علامہ اسلم جیراج پوری
23۔اربعین — امام نووی
24۔انیس الارواح — حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
25۔عزم نو اسلام نمبر — گورنمنٹ کالج شکر گڑھ

اهل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش
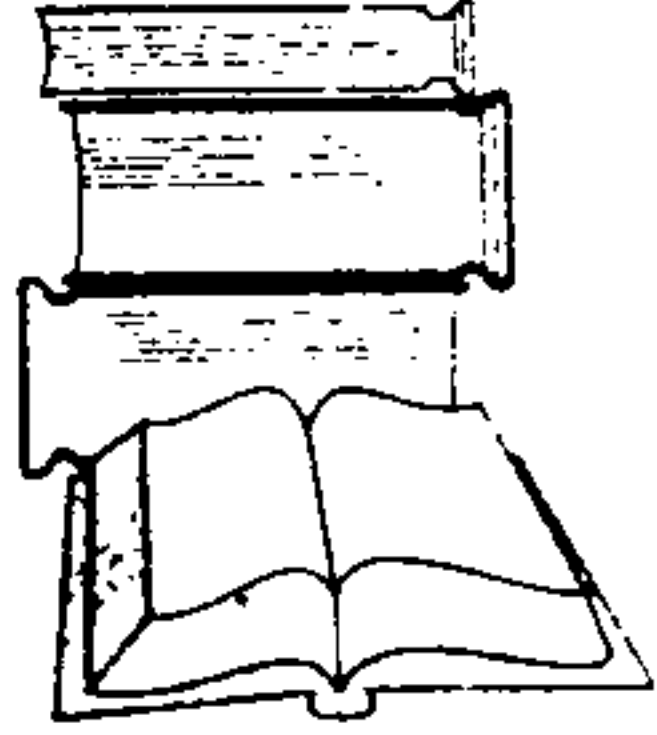
آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان